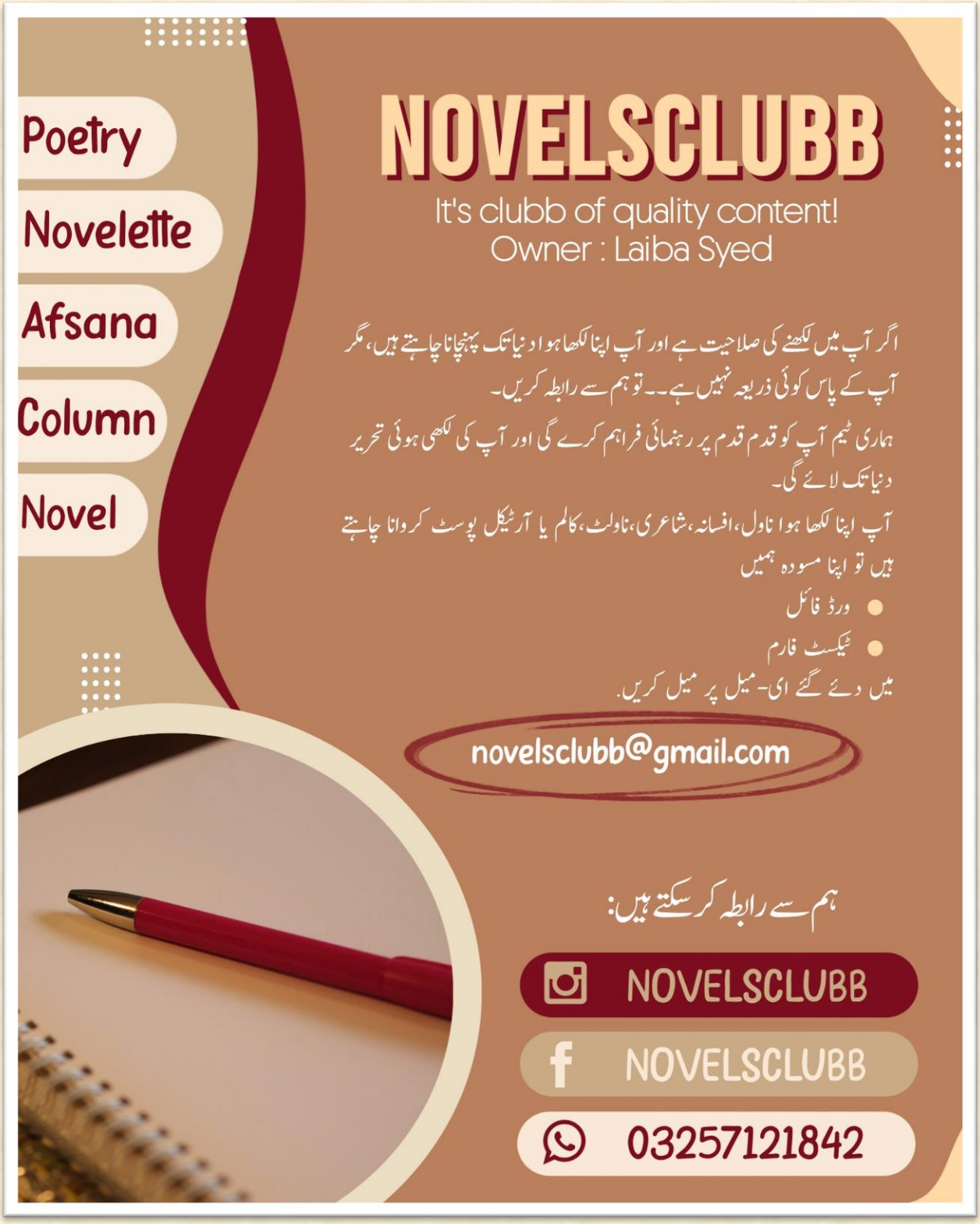
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

شبِ انتظار

از قلم

عینا بیگ

Clubb of Quality Content

شبِ انتظار از عینا بیگ

دوسرا حصہ

غازی نے اسے دوپہر تک سعد کے گھر ڈراپ کر دیا تھا۔اس بار وہ تہیہ کر کے آئی تھی کہ ان کرائے کی دکانوں کے حوالے سے ضرور بات کرے گی۔یونیورسٹی کا خرچہ وہ خود نکالنا چاہتی تھی۔دوپہر کے کھانے کے بعد وہ اپنے برتن سنک میں دھو رہی تھی جب پلٹتے ساتھ ہی سعد سے ٹکراتی ٹکراتی بچی۔وہ نجانے کب بالکل اس کے پیچھے آ کھڑا ہوا تھا۔

"ارے تم۔۔ڈرانے کا ارادہ کیا ہوا ہے؟"وہ اس کے سائیڈ سے ہوتی اپنے لیے گلاس میں ٹھنڈا پانی نکالنے لگی۔

"آئی تھی تو مجھے اٹھایا کیوں نہیں؟"وہ اسے خفگی سے تک رہا تھا۔

"تم سو رہے تھے۔کمرے میں آنا مناسب نہیں لگتا۔"اس نے پانی پیتے ہوئے بتایا۔

"کیوں؟کیوں مناسب نہیں لگتا؟غازی اور شاہ ویز کے کمرے میں تو جاتی ہو گی۔"اس کا انداز کچھ یوں تھا کہ زمل کو پانی پیتے ہوئے اچھو لگا۔

"نہیں میں ان کے کمرے میں یوں نہیں داخل ہوتی اور تمہارا موازنہ کب سے ان کے ساتھ ہو گیا؟اب تم مانو یا نہ مانو ان دونوں میں اور تم میں فرق ہے سعد۔۔وہ میرے بھائیوں جیسے ہیں اور میرا تقریباً سارا وقت ان کے ساتھ گزرتا ہے۔میں تب تک ان کے کمرے میں نہیں جاتی جب تک کوئی خاص وجہ نہ ہو۔"اسے سعد کا یوں کہنا برا لگا تھا۔

"دیکھا تم نے فرق رکھا۔حالانکہ فرینک تو تم مجھ سے بھی ہو۔چلو پھر تو شاید میرا موازنہ وجیح سے ہے۔۔کیونکہ شاید تم اسے بھائی نہیں سمجھتی۔"وہ جان کر مسکراہٹ دبا کر بولا۔وجیح کے ذکر پر زمل نے اسے کچھ دیر بنا تاثر گھورا تھا۔

"تمہیں اس سے کوئی مسلہ ہے؟"جانے کیوں وہ سنجیدہ ہو گئی۔

"نہیں۔جب تک وہ تمہارا بھائی ہے مجھے اس سے مسلہ نہیں۔۔"وہ اس کے تاثرات نوٹ کر رہا تھا۔زمل انکفرٹیبل ہوئی۔اس نے اٹھ کر گلاس رکھا اور اسے تیز نگاہوں سے گھورا۔

"تم نے مجھے اس لیے بلایا تھا؟میرا یوں مزاج خراب کرنے؟"

"تم سمجھتی ہی نہیں ہو کہ میں تمہیں کیوں بلاتا ہوں زمل۔۔"اس نے بے بسی اس کا چہرہ دیکھا۔"خیر ان سب باتوں کو چھوڑو۔میں نے تمہارے ساتھ پرانی لائبریری جانے کا ارادہ

کیا ہے۔ چلو گی نا؟" وہ اسے یکدم ہی خوش کر گیا۔ وہ حیرانی و خوشی سے اس کی شکل دیکھنے لگی۔

"واقعی؟ تم وہاں لے کر جاؤ گے؟" اس کی آنکھیں خوشی سے پھیل چکی تھیں۔

"تم جانا چاہتی ہو؟" اس نے کسی جستجو سے پوچھا۔

"ہاں کیوں نہیں۔۔ وہ بے حد قدیم لائبریری ہے۔ آج رات چلیں؟"

"کیوں نہیں۔۔ جہاں تم بولو زمل! جب تم بولو۔۔" وہ مسکرا دیا تو زمل کھلکھلا اٹھی۔

---☆☆☆---

وہ صبح سے تھانے میں موجود تھا۔ آج کا دن پچھلے کئی دنوں کے مقابلے میں بے حد آرام دہ تھا۔ کوئی اضافی مسلہ درپیش نہ آیا تھا۔ وہ کتنی دیر سے اپنے روم میں بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔ وجیح ٹھیک کہتا تھا۔ جہانگیر خان پر ہاتھ ڈالنا اپنے آپ کو برباد کرنے جیسا تھا۔ اس شہر کا بڑا سیاست دان بھلا اتنی آسانی سے قابو نہیں آسکتا تھا۔۔ دو منٹ نہیں لگتے اوپر سے آرڈر آنے میں اور مراد کے کریئر کو برباد ہونے میں۔۔ اسے بہن کا خیال آیا تو حلق کی گلٹی نمایاں ہو کر غائب ہوئی۔ اس نے بنا سوچے ہی مائرہ کے نمبر پر کال ملائی مگر وہ اگلے ہی لمحے دوسری جانب سے کاٹ دی گئی۔ اس کو تشویش ہوئی۔ اس نے دوبارہ کال ملائی اور پھر کاٹ دی گئی۔ اب کی بار

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا تھا۔ ماتھے پر پریشانی سے بل پھیل گئے تھے۔ اس نے ایک بار پھر وہ نمبر ڈائل کیا اور اس بار دوسری جانب سے آواز آئی تھی کہ موبائل بند ہے۔ وہ کتنی دیر سوچوں میں گم رہا تھا۔ اس کا دل چاہا جہانگیر خان کے گھر میں گھس جائے مگر جذباتی فیصلے اکثر غلط ثابت ہوتے ہیں۔ اب کی بار اس کے دماغ میں کیا آیا کہ اس نے خان ولا کے لینڈ لائن پر کال کی۔ بیل جا رہی تھی اور تھوڑی دیر بعد ریسیور اٹھا لیا گیا تھا۔

"ہیلو، خان ولا ہاؤس! آپ کس سے بات کرنا چاہتے ہیں؟" وہ نسوانی آواز مائرہ کی نہیں تھی۔

"مجھے مسز جہانگیر سے بات کرنی ہے۔" اس کے دماغ میں کئی سوالات تھے۔

"تھوڑا انتظار کیجیے۔" وہ لڑکی شاید بلانے گئی تھی۔ اسے تقریباً پانچ منٹ انتظار کرنا پڑا تھا۔

"ہیلو۔۔" اسے ایک کمزور سی آواز سنائی دی تھی اور دل پر کوئی بوجھ سا پڑا تھا۔ "آپ کون؟"

"مائرہ باجی۔۔" اس کی آواز بمشکل نکلی تھی۔

"مراد۔۔" آواز میں خوشی ظاہر تھی۔ "کیسا ہے میرا بھائی؟"

"اس شخص کو چھوڑ دیں آپا۔" بہن کی کمزور آواز سن کر وہ ان کی حالت کا اندازہ لگا گیا تھا۔ اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔ دوسری جانب یکسر خاموشی چھا گئی۔ "آپا؟ آپ سن رہی ہیں نا؟

آپ کا موبائل کہاں ہے؟اور یہ لڑکی کون تھی جس نے لینڈ لائن پر مجھ سے بات کی؟"اس کی کنپٹی سلگ رہی تھی۔

"موبائل نہیں ہے میرے پاس۔۔وہاں کال مت کرنا مراد۔۔وہ لڑکی یہاں کی ملازمہ ہے۔ آج کل میری طبیعت تھوڑی ٹھیک نہیں ہے نا تو بار بار اٹھنا مشکل ہوتا ہے۔میں نے ہی کہا تھا جہانگیر کو کہ ہم ملازمہ کو یہ کام بھی سونپ دیتے ہیں۔"ان کی آواز میں ہکلاہٹ تھی۔وہ ہر چیز محسوس کر سکتا تھا۔وہ کیسے بہن کو یاد دلاتا کہ وہ ایک کامیاب اور ہوشیار آفیسر ہے۔یہ رویے اور انداز وہ سب سمجھتا تھا۔"سب ٹھیک ہے۔میرے اور جہانگیر کے درمیان سب ٹھیک ہے۔۔ہمارے درمیان۔۔سب ٹھیک ہے۔سب صحیح ہے۔۔"بات کے اختتام میں آواز مزید بکھر گئی۔وہ توڑ توڑ کر الفاظ ادا کرنے لگیں۔اس کا جی چاہا کہ تکلیف کے مارے چیخ اٹھے۔وہ خود کو سمجھا رہی تھیں۔۔وہ خود کو یقین دلا رہی تھیں۔۔وہ خود کو بتا رہی تھیں کہ ان کے اور جہانگیر کے درمیان سب ٹھیک ہے۔۔کال خدا حافظ کے ساتھ ہی رکھ دی گئی تھی اور وہ سن وہیں بیٹھا رہا تھا۔اسے جہانگیر خان سے پہلی بار اس قدر نفرت محسوس ہوئی کہ جی چاہا اس شخص کا منہ نوچ لے۔

---☆☆☆---

اس شام وہ سعد کے ساتھ پرانی لائبریری گئی تھی۔اس کا قدیم ڈیزائن اسے گویا پرانے وقتوں کی یادوں میں لے گیا۔وہاں ہر کتاب دستیاب تھی۔انگلش کارنر دوسری جانب تھا۔وہ کتابیں کھول کھول کر ان کا انتساب اور پیش لفظ پڑھ رہی تھی۔

"جلدی کرو پھر ہم ڈنر پر چلیں گے۔"وہ کتاب اٹھاتے اٹھاتے رک سی گئی۔چال تھوڑی سست ہو گئی۔کا جی نہ چاہا کہ وہ یوں اس کے ساتھ ڈنر پر جائے مگر ہمت نہ ہوئی انکار کرنے کی۔

"ابھی تو آئے ہیں سعد۔۔تھوڑا وقت تو رک جاؤ۔"اس نے باسکٹ میں کچھ کتابیں رکھیں۔وہ یقیناً انہیں ایشو کروانے کا ارادہ رکھتی تھی۔"کیا تم نے وہ کتاب مکمل کی جو میں نے ریکمنڈ کی تھی؟"وہ اسے باتوں میں لگانے لگی تاکہ وہ جلدی جانے کے بارے میں دوبارہ فالحال کوئی بات نہ کرے۔

"تم نے تو واقعی مجھے اردو ناولز میں لگا دیا ہے۔رائٹرز بھی عجیب ہوتی ہیں۔وہ لکھتی ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔"وہ استہزایہ ہنسا۔

"رائٹرز وہ لکھتی ہیں جو ہمیں حقیقت کی دنیا سے تھوڑی دیر کچھ دور لے کر جا سکے۔میری پڑھی ہوئی کتابوں کا ناگوار واقعیت سے کیونکر تعلق ہو گا؟"وہ اسی انداز میں بولی۔

"تمہیں یہ سب انسپائر کرتا ہے؟" وہ ہنسنے لگا۔ "ہیرو اور بیچاری ہیروئن۔ کسی شخص کے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ باہر کی تلخیاں برداشت کر کے وہ گھر پر کسی ہیرو کی طرح پیش آئے۔"

اس کی سوچ زمل کو عجیب کوفت میں مبتلا کر گئی۔

"میں تمہیں کچھ بھی نہیں سمجھاؤں گی۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ میں تمہیں کچھ بھی نہیں سمجھا سکتی۔ تمہیں ایسا لگتا ہے کہ فکشنل بکس حقیقت کے برعکس بات کرتی ہیں۔ ایسا نہیں ہے سعد۔ یہ کتابیں کبھی کبھی زندگی کی حقیقت سے بھی آشنا کرتی ہیں اور کئی بار وہ سبق بھی پڑھاتی ہیں جو حقیقی دنیا میں کھٹن بھری سانس لینا کم دشوار بنا دیتے ہیں۔" وہ خود کو کہنے سے روک نہ سکی۔

"یہ صرف لڑکیوں کا دماغ اونچا کرتی ہیں۔ اماں ٹھیک کہتی ہیں۔۔ ایسی کتابیں پڑھنے والی لڑکیاں واقعی اپنی بعد کی زندگی کو رومانٹسائز کرتی ہیں اور یہی کتابیں انہیں سسرال میں گھر بسانے میں مشکل کرتی ہیں۔" وہ رکا نہیں تھا۔۔ بولتا چلا گیا۔ زمل کی آنکھیں پھٹ گئیں۔ یہ سیدھا حملہ تھا اس کی ذات پر!

"یعنی میں گھر نہیں بسا سکتی کیونکہ میں یہ کتابیں پڑھتی ہوں؟" اس نے ایک آبرو اچکائی۔

سعد گڑبڑایا۔ زمل کی پیشانی پر سختی کا جال پھیلا۔

"نہیں میرا مطلب ہے کہ۔۔"اسے اچانک کچھ نہ سوجھا۔"اب دیکھو آخری بار تمہارے کہنے پر میں نے ایک ناول پڑھا۔وہ لڑکا اسے روزانہ پھول دیا کرتا تھا اور کبھی کبھی چائے بھی بنا دیا کرتا تھا۔اب تم خود ہی بتاؤ زمل! تم بھی ایک عام سی لڑکی ہو دوسری لڑکیوں کی طرح۔۔ جب تم یہ سب پڑھو گی تو کیا سوچو گی؟یقیناً تم بھی یہی چاہو گی۔حالانکہ ایک مرد جو گھر سے باہر پورا دن کمانے کے لیے زمانے کی تلخیاں برداشت کرتا ہے'وہ اب گھر آکر چائے بھی بنائے گا؟کچن میں مرد نہیں عورت جچتی ہے۔"اس کے خیالات زمل کا ذہن سن کر گئے۔وہ کافی دیر کچھ نہ کہہ سکی۔سعد کو یہ خاموشی کافی لمبی ہوتی ہوئی محسوس کی۔"کیا ہوا؟اچھا چھوڑو بھئی! تم جیتی۔۔اب ڈنر بھی کرنا ہے جلدی کرو۔"اس کا منہ بگڑ گیا تھا۔وہ کاؤنٹر کی جانب بڑھ گیا۔زمل نے ایک نظر ان ساری کتابوں کو دیکھا جو اس لائبریری کا حصہ تھیں۔ وہ سوچنے لگی کہ سو انسانوں پر کبھی ایک کتاب بھی اثر کر جاتی ہے اور کبھی ایک انسان پر سو کتابیں بھی اثر نہیں کر پاتیں۔وہ آگے بڑھ گئی۔

---☆☆☆---

اس نے گرم دودھ مگ میں نکال کر پھینٹی ہوئی کافی کا چمچ اس میں ڈالا تھا۔روشن دان سے آتی روشنی اس کی آنکھوں میں چھب رہی تھی۔لیپ ٹاپ سلیپ پر رکھا ہوا تھا۔واضح

محسوس ہوتا تھا کہ وہ ساری رات کام کرتا رہا تھا۔ آنکھوں کے گرد حلقے کچھ گہرے تھے۔ یہ ان تمام پچھلی راتوں کی نشانی تھی جو اس نے زبردستی کام کے نذر کرتے کرتے کاٹی تھیں۔

اس کا موبائل بجنے لگا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ اپنی کافی میں چمچہ ہلاتے ہوئے وہ کچھ سن کھڑا تھا۔ اس تیز خاموشی میں موبائل کی رنگ ٹون بجتی جا رہی تھی اور وہ اس سے پریشان ہوئے بغیر اپنی کافی کو گھور رہا تھا۔ جانے کتنی دیر موبائل بجتا ہی رہا اور اس نے نام جاننے کی کوشش بھی نہیں کی۔ بیل بجنا بند ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد موبائل کی اسکرین دوبارہ چمکی تو اب کی بار وہ دھیرے دھیرے چلتا سلیپ کی جانب آیا۔ کسی نمبر سے کال آ رہی تھی۔ اس نے کال اٹھا کر اسپیکر آن کیا اور دوبارہ اپنی کافی کی جانب بڑھ گیا۔ جانے کون تھا دوسری جانب ۔۔اس نے 'ہیلو' کہنے کی بھی چاہ نہ رکھی۔

"پوچھنے کا فائدہ تو نہیں مگر کیا حال ہیں؟" یہ آواز اس کی رگوں میں کڑواہٹ دوڑا گئی۔ اس کے چہرہ یکدم ہی سخت ہوا۔ موبائل ابھی بھی سلیپ پر ہی رکھا تھا۔ آنکھیں نگاہوں کے سامنے دیوار پر جم گئیں۔ اس کا تن من سب جلنے لگا۔ خود پر قابو رکھنے کے لیے اس نے دانت پیس لیے۔ اسے اس موبائل سے نفرت ہونے لگی۔ کنپٹی کی رگیں ابھر رہی تھیں۔ "چلو تم نہیں بولتے تو میں بول لیتا ہوں۔ تمہاری ماں بھی عجیب نفسیاتی عورت ہے۔ تمہیں یاد کر کر

کے روتی جاتی ہے۔میں نے کہہ دیا ہے تمہاری ماں کو۔۔ نہیں آنے کا اس کا بیٹا۔انا کی دیوار دونوں طرف اونچی ہے۔اس چھت کے نیچے دوبارہ آئے گا تو خود پر ہی تھوک اٹھے گا۔" وہ استہزائیہ ہنس رہے تھے اور وجیح کا دماغ سلگ رہا تھا۔وہ اس کا دماغ بنا رہے تھے۔۔جہانگیر خان ایک مینی پولیٹو مرد تھا۔وہ اپنے الفاظ سے چالاکی سے دماغ کو قابو کیا کرتا تھا۔وجیح جان ہی نہ سکا وہ ایسی گفتگو کیوں کر رہے ہیں۔وہ اس کا دماغ بنا رہے تھے تاکہ وہ اپنی انا کی دیوار مزید اونچی کر کے چاہ کر بھی خان ولا میں قدم نہ رکھے۔خان ولا میں قدم رکھنا'وجیح کی عزت سے جوڑ دیا تھا۔

"جہانگیر صاحب! خدا کرے کہ آپ کی موت بھی مجھے آپ کی چھت کے نیچے نہ لائے۔ میری ماں آپ کی جاگیر نہیں ہے۔"اس کا بے حس انداز وحشت زدہ تھا۔جہانگیر دوسری جانب مسکرائے تھے۔الفاظ کارآمد ثابت ہوئے۔

"تمہاری ماں کی موت لے آئی تو؟"وہ بولے اور پھر کچھ وقفے سے زور زور سے ہنس پڑے۔ وجیح کو یکدم ہی جھرجھری سی آئی۔اس کا دماغ کچھ سن ہو گیا۔وہ تیزی سے کال کاٹنے بڑھا۔

"پتا چلا مجھے تمہاری بہت بڑی ڈیل ہونے چلی ہے جاوید اینڈ سنز کے ساتھ۔۔"ان کا کہنا تھا کہ وہ ٹھہر سا گیا۔چہرے پر ایک رنگ سا آکر غائب ہوا تھا۔"آئے تھے کل میرے آفس

میں اور بتا رہے تھے کہ میرے ساتھ کام کرنا کتنی بڑی خوش قسمتی ہے ان کی!" اس نے گردن پھیر کر اس موبائل کو دیکھا۔ "کہہ رہے تھے بہت وفادار ہیں میرے! جو میں کہوں گا صرف وہی کریں گے۔" اس نے فوراً کال کاٹ دی۔ ماحول میں دوبارہ خاموشی چھا گئی۔ وہ ساکت کھڑا رہ گیا۔ جس ڈیل کی کامیابی پر اس کا آفس ایک ڈنر ہوسٹ کرنے والا تھا وہ ہاتھ سے یوں چھین لی جائے گی اس کے گمان میں بھی نہیں تھا۔ وہ شخص اسے جینے دینا نہیں چاہتا تھا۔ وہ کافی دیر اس طرح کھڑا رہا یہاں تک کے کافی ٹھنڈی ہو گئی۔ دھیرے دھیرے چلتا ہوا وہ بالکنی تک آیا اور صاف آسمان کو دیکھنے لگا۔ موسم خوشگوار تھا مگر اس کا دل دنیا کی ہر شے سے برا ہو چکا تھا۔ اس نے دونوں بازو دیوار پر رکھے اور گہری سانس لینے کی کوشش کی۔ اسے لگا جیسے سینے میں کچھ پھنس رہا ہو۔ ماں کا خیال اس کا دل چیر سا گیا۔ وہ سوچنے لگا وہ کس قدر ڈھیٹ ہے کہ اتنا سب کچھ ہونے کے بعد بھی اسے زندگی جینے کے قابل لگتی ہے۔ وہ خود کو مٹانے کا ایک بار بھی نہیں سوچتا۔ اسے لگا ایک ضرب اس کے پتھر وجود پر دوبارہ ماری گئی ہو۔ اب چہرے پر وہ نکھار نہیں تھا جو کسی وقت ہوا کرتا تھا۔ بیرڈ بکھری ہوئی تھی اور سر کے بال کافی بڑھ گئے تھے۔ اسے کچھ نہیں معلوم تھا کہ اتنی بڑی ڈیل کھونے کے بعد وہ کیا کرنے

والا تھا۔اس نے کچھ نہیں سوچا تھا کہ وہ قاسم کو یہ سب کیسے بتائے گا۔اس کے ماتھے کے بل گہرے ہو گئے تھے۔بکھرے خیالوں کو ان کے حال پر چھوڑتا ہوا وہ پلٹ گیا۔

---☆☆☆---

"میں نے یونیورسٹی میں ایڈمشن لے لیا ہے۔میری کلاسز کا آغاز ہونے والا ہے تو میں یہ سوچ رہی تھی کی جو دکان بابا آسٹریلیا جانے سے قبل آپ کو سونپ کر گئے تھے اس کی ذمہ داری اب میں خود اٹھاؤں تاکہ اپنی یونیورسٹی کا خرچہ بھی اٹھا سکوں۔ صبح ناشتے کے فوراً بعد چائے پیتے وقت زمل نے یہ ذکر چھیڑا تھا۔ماموں نے کچھ بے چینی سے پہلو بدلا تھا اور ممانی اس کی بات سنتے ہی جلدی جلدی سامان سمیٹتی اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔سعد نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے ایک نظر زمل کو دیکھا اور پھر باپ کو دیکھنے لگا۔

"دکانوں کا کام تم کیسے سنبھال سکتی ہو؟تم تو لڑکی ہو زمل۔۔میں کہتا ہوں کہ وہ ابا جی کو ہی دیکھنے دو۔۔اور پیسے تم ہر ماہ ابا جی سے ہی لے لیا کرنا۔"سعد خود بول پڑا۔

"میں کیوں نہیں دیکھ سکتی؟"اس کے چہرے کی مسکراہٹ مدھم ہوئی۔

" صحیح کہتا ہے سعد،زمل بیٹے!دکانوں پر جا کر دیکھنا پڑتا ہے پھر کبھی کسی سے بحث و مباحثہ بھی ہو جاتا ہے۔ارے بیگم ذرا وہ لفافہ تو لے کر آؤ جو ابھی پچھلے ہفتے میں نے تمہارے پاس زمل

کو دینے کے لیے رکھوایا تھا۔" ممانی جھٹ سے وہ لفافہ لے آئیں۔" یہ لو یہ اس ماہ کے پیسے ہیں جو ہم نے فوراً سے لفافے میں رکھ دیے۔ تم کیوں ہی پڑ رہی ہو اس جھمیلے میں۔۔ ہم کیسے اپنی بیٹی کو یوں دکانوں میں جا کر حساب لیتا دیکھ سکتے ہیں بیٹی۔ تم ہم سے ہی لے لیا کرنا۔" زمل نے کافی دیر تک انہیں دیکھا تھا اور لفافہ تھاما۔ لفافے کے باہر رقم لکھی تھی اور اندر پانچ پانچ ہزار کے نوٹ تھے۔

"یہ تو صرف تیس ہزار ہیں ماموں۔۔" وہ انہیں شرمندہ نہیں کرنا چاہتی تھی اس لیے بمشکل بولی۔" شاید ایک دکان کا کرایا ہے۔ مجھے یاد ہے بابا نے بتایا تھا کی انہوں نے کچھ وقت بعد چار پانچ دکانیں مزید بڑھالی تھیں۔" اس کا لہجہ بہت ہلکا تھا اور وہ پیسہ کہاں تھا جو اتنے سالوں سے دکانوں سے وصول ہو رہا تھا۔ وہ بے حد عام سے لہجے میں کہہ رہی تھی۔ سعد کو چائے پیتے ہوئے اچھو لگا۔ ممانی تیزی سے کچن میں مڑ گئیں۔

"ارے بیٹا کبھی دکان میں رنگ بھی کروانا پڑ جاتا ہے کبھی دوسرے مسلے بھی نکل آتے ہیں۔۔ اور یہ سب تمہارا ہی تو ہے۔ ہمارے پاس بینک میں سب محفوظ ہے۔ کہیں تم سے فضول خرچی نہ ہو جائے اور رقم تو بہت زیادہ ہے۔ اسے دیکھنا کافی مشکل ہو گا۔" وہ پر سکون لہجے میں مسکراتے ہوئے کہہ رہے تھے مگر زمل کے ہونٹ مکمل سکڑ گئے تھے۔ حیرت ہے

وہ آج تک کیسے نہ جان پائی کہ ماموں کی بے روزگاری اور سعد کی چند ہزار کی تنخواہ سے یہ گھر اتنا خوشحال کیسے چل رہا ہے۔"تم ہماری امانت ہوابی کے پاس زمل! ایسی امانت جسے ہم جلد لینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔"ماموں نے یکدم ہی کہا۔زمل کا دل حلق میں آ گیا۔وہ تکلیف کے مارے تھوک بھی نہ نگل سکی۔سعد اسے مسکراتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔"پھر سب کچھ تمہارا ہی تو ہے۔ہم بس جلد لے آئیں گے۔"

"ماموں مجھے دکانوں کی چابیاں اور کاغذات چاہیے تھیں۔"اس نے دوسری بات کو وقتی طور پر نظر انداز کر دیا تھا۔"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں کہ میں یوں کیسے خوار ہوں گی دکانوں کے لیے اسی لیے میں نے وجیح سے مدد لی ہے۔انہوں نے کہا تھا کہ وہ یہ سارا کام میرے لیے کر دیا کریں گے۔"اس نے جھوٹ بولا۔وجیح کے ذکر پر سعد کی بنھویں تن گئیں۔

"وجیح کیوں مدد کرے گا؟اس کا اپنا کاروبار کیا گھاٹے میں چل رہا ہے کہ وہ تمہاری دکانوں سے منافع لینے آ گیا؟"زمل کو اس کا یوں کہنا برا لگا۔"اور وجیح ہی کیوں؟غازی یا شاہ ویز کیوں نہیں؟"اس کی ناپسندیدگی لہجے سے صاف جھلک رہی تھی۔

"وجیح کیوں نہیں مدد کر سکتا سعد؟"

"پتا نہیں۔۔وہ عجیب ہے! مجھے تو پاگل لگتا ہے۔اس کا انداز نوٹ نہیں کیا تم نے؟ اجنبی بنا رہتا ہے اور۔۔" وہ ابھی مزید کچھ کہتا اگر زمل بات نہ کاٹتی۔

"مجھے سمجھ نہیں آتا تمہیں اس سے اتنی پریشانی کیوں ہے۔ہمارے لیے وہ وجیح ہی ہے۔ہم دوسروں کی طرح اسے جج نہیں کرتے۔بات صرف یہ ہے کہ مجھے چابیاں چاہیے ہیں کیونکہ میں یہ کام خود دیکھنا چاہتی ہوں۔" اسے یکدم ہی غصہ آیا تو ماموں نے بیٹے کو گھورا۔

"سعد کو چھوڑو بیٹے! اسے بس یونہی تمہارا وجیح کے ساتھ رہنا نہیں پسند۔۔ہاں ٹھیک ہے تم فکر نہ کرو۔میں ابھی فوراً تو نہیں دے سکوں گا کیونکہ کاغذات سمیٹنے میں وقت لگے گا مگر میں جلد پہنچادوں گا۔" وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے سامنے سے چلی گئی جبکہ سعد نے باپ کو بنھویں اچکا کر دیکھا تھا جیسے کہہ رہا ہو 'دیکھ لیں اب آپ!'۔ماموں گہری سانس بھرتے رہ گئے۔

---☆☆☆---

وہ شام سے پہلے ہی گھر آگئی تھی۔اس کا پھر وہاں دل نہ لگا۔گھر پہنچتے ہی اس نے شاہ ویز سے بات کرنے کا ارادہ کیا تھا۔وہ اپنا کیا وعدہ بھولی نہیں تھی۔

"شاہ ویز کہاں ہے تائی۔" اس نے کچن میں لبنی سے پوچھا تھا۔

"پتا نہیں یہ لڑکا کہاں ہے۔تم یہ چائے ابی کو دے آؤ۔گھر کے سب لوگ وہاں بیٹھے ہیں۔"
وہ چائے کے ساتھ کچھ نمکین اٹھاتے ہوئے باہر چلی آئی۔ابی اور عابد صاحب کسی بات پر ہنس رہے تھے۔غازی اپنی مخصوص ٹوپی الٹی پہنے موبائل پر کوئی گیم کھیل رہا تھا۔حذیفہ اس کے برابر ہی بیٹھا کچھ اشتیاق سے اسے گیم کھیلتا دیکھ رہا تھا۔

"پھر تیار ہو تم اپنے پہلے دن کے لیے؟"غازی اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔

"ہاں۔۔شاید۔"وہ زیادہ کچھ نہ کہہ سکی۔مراد نے میز پر شطرنج سجائی ہوئی تھی۔اس کی اور زمل کی نظریں ملی تھیں اور وہ بنا کچھ کہے بہت کچھ ایک دوسرے کو بتا گئے تھے۔مراد دوبارہ شطرنج پر جھک گئے۔

"ارے میں کیا کہہ رہا تھا کہ مائرہ سے کئی دنوں سے بات نہیں ہوئی۔اسے دو چار بار کال کی تھی مگر کسی نے اٹھائی نہیں۔۔اور اس کا اپنا موبائل آف ہے۔"ابی کو یکدم ہی یاد آیا۔مراد نے ہونٹ بھینچ کر خود کو ہر فکر سے آزاد ظاہر کیا۔

"پھر کوئی مسلہ ہو گیا ہو گا جہانگیر پھوپھا کی طرف سے۔۔جب بھی ایسا ہوتا ہے وہ پھر کئی کئی دن بات نہیں کرتیں۔"غازی نے موبائل حذیفہ کو پکڑا کر گفتگو میں حصہ لیا۔زمل خاموش رہی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اور وجیح؟ وجیح بھی نہیں آیا۔" ابی افسردہ معلوم ہوتے تھے۔

"اس کو تو ابی ہماری یاد ہی نہیں آتی۔" عابد صاحب بھی سر جھٹک کر بولے۔

"ابی وہ مصروف ہے۔ اس کا کاروبار اسے فراغت کی اجازت نہیں دیتا۔" جواب مراد کی جانب سے آیا تھا۔ "میں ملا تھا اس سے چند دنوں پہلے۔۔" وہ جانتا تھا یہ بات زمل کو چونکا دے گی اور ایسا ہی ہوا تھا۔ وہ جھٹ سے اسے دیکھنے لگی۔

"کیسا تھا وہ؟" ابی کے الفاظ ذو معنی تھے۔

"ٹھیک تھا ابا۔ آپ فکر نہ کریں میں مائرہ باجی سے ملوں گا۔ میں ان سے ملنے چلا جاؤں گا۔ وہ مجھے دیکھیں گی تو خوش ہو جائیں گی۔" اس نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے کچھ سوچ کر کہا۔

"ہاں ایسا کر لینا۔۔ اور پھر اگلی بار ہمیں بھی لے جانا۔ دس سال سے زائد ہو گئے جہانگیر کے گھر گئے ہوئے۔ مائرہ بلاتی تھی مگر یوں بیٹی کے گھر جانا کبھی درست نہ لگا۔ اب چلوں گا۔" وہ مطمئن ہو گئے۔ مراد ابی کو اطمینان دلاتے ہوئے زمل کو بے چین کر گیا۔

"اچھا اب مجھے بھی کچھ کہنا ہے۔" غازی نے موقع کی مناسبت سے بات کی۔

"ہاں کہو۔ آپ کو کیا فرمانا ہے۔" مراد نے طنزیہ انداز میں جواب دیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں جرمنی کے لیے اپلائی کر رہا ہوں۔ایڈمیشنز آئے ہوئے ہیں۔میں نے بتایا تھا میں آگے پڑھنے کا ارادہ رکھتا ہوں مگر میں اپنی بقایا تعلیم باہر سے پوری کرنا چاہتا ہوں۔" وہ جانتا تھا یہ بات سب کو کتنا حیران کرے گی۔

"جرمنی جاؤ ضرور جاؤ مگر بیٹے یہاں بھی تمہارا بزنس ہے۔یہاں رہو گے تو تعلیم کے ساتھ ساتھ خاندانی بزنس میں بھی ہاتھ بٹا سکو گے۔یہ سب تمہارا ہی تو ہے۔" ابی کو اس کی بات کچھ سمجھ نہ آئی۔مراد اور زمل اسے حیرانی سے سب چھوڑے دیکھ رہے تھے۔عابد صاحب کے ماتھے پر بل نمودار تھے۔

"اور تمہاری شادی بھی تو کرنی ہے۔اریج کو میں جلد سے جلد تمہارے ساتھ یہاں بیاہ کر لانے کا ارادہ رکھتا ہوں غازی۔میں اس کو اس کے گھر والوں کے بھروسے نہیں چھوڑ سکتا۔" غازی باپ کی بات پر ایک گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

"مجھے ابھی شادی نہیں کرنی۔میں آپ سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں۔اریج میرے ٹائپ کی نہیں ہے ابی۔ابا کو سمجھائیں کیوں میرے اوپر اپنی مرضی مسلط کرنا چاہتے ہیں۔" وہ تنگ آ چکا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیسے نہیں کرو گے تم شادی؟ میں نے اس کے باپ کو زبان دے دی ہے کہ وہ بچی میرے ہی گھر کی بہو بنے گی۔" انہیں یکدم ہی غصہ آیا۔ ابی کچھ نہ بول سکے۔ معاملہ خراب ہو رہا تھا۔

"آپ بھی وہی کر رہے ہیں جو لبنیٰ تائی کرنا چاہتی تھیں۔ وہ بھی تو یہی چاہتی تھیں کہ شاہ ویز کی اپنی مرضی سے شادی کروائیں۔۔ پھر کیوں آپ ان پر زور دیتے رہے کہ انہیں شاہ ویز کی پسند کو ترجیح دینی چاہیے؟ آپ بھی تو وہی کر رہے ہیں ابا۔" وہ خود کو روک نہ سکا۔ سنجیدگی کی ہر حد پار کر گیا۔ مراد نے اس کا گھٹنا دبایا تاکہ خاموش کروا سکے۔ درمیان کافی دیر تک خاموشی رہی۔

"تم کسی کو پسند کرتے ہو؟" یہ سوال یکدم تھا۔ وہ بری طرح چونک اٹھا۔

"نہیں۔" جواب سادگی سے آیا۔

"تمہیں وہ ناپسند ہے؟" عابد صاحب کا چہرہ سپاٹ تھا۔ غازی کافی دیر تک جواب نہ دے سکا۔

"نہیں۔۔ مجھے اس سے کوئی مسلہ نہیں۔"

"ہم نے زبیر سے کہا تھا کہ ارتیج کو چند دنوں کے لیے ہمارے پاس بھیج دے۔ وہ زمل کے ساتھ رہتی ہے تو سکون کا ماحول اسے نصیب ہوتا ہے۔ چند مہینوں بعد ہم یہ سوال دوبارہ پوچھیں گے کہ کیا تم اس سے شادی کرنا چاہتے ہو یا نہیں۔۔ اگر تمہارا جواب یہی رہا جو آج

ہے'ہم پھر تم پر زبردستی نہیں کریں گے۔آج کے بعد یہ بات اب نہیں ہو گی۔اب کوئی ذکر نہ نکالے۔"وہ خود ہی سب کو خاموش کروا گئے۔غازی پہلو بدل کر رہ گیا۔زمل خاموشی سے گھونٹ گھونٹ چائے بھرتی رہی۔ابی بھی چپ رہے۔دو منٹ بعد غازی خود اٹھ کر سامنے سے چلا گیا تھا۔

---☆☆☆---

"وہ ڈیل کینسل ہو گئی؟"قاسم اب تک شاک کی کیفیت میں تھا۔

"ابھی نہیں ہوئی۔۔جلد ہو جائے گی۔ان کی کال کا انتظار کرو۔"اس نے بلیک کافی کا گھونٹ بھرتے ہوئے کہا۔

"اب کیا ہو گا وجیح؟"اسے واقعی سمجھ نہ آیا۔اسٹاف کو اس کامیابی کا علم تھا۔اب یہ سب انہیں بتانا اپنی پروگریس کو ڈاؤن کرنے جیسا تھا۔

"تم مینجر ہو قاسم۔۔تمہارا عہدہ ایسے سوال کرنے کی کوئی تک نہیں بناتا۔ہم دوسرے پروپوزلز پر کام کریں گے۔"

"یہ سب کر کے جہانگیر انکل کو کیا ملا۔"وہ افسوس سے بولا۔وجیح نے اس کا چہرہ دیکھا تھا۔اس نے اس ڈیل کو طے پانے کے لیے ہر ممکن کوشش کی تھی۔اس کا یوں افسردہ ہونا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

درست تھا۔ "تم ان سے بات کیوں نہیں کرتے؟" اس نے تیزی سے وجیح کو دیکھا۔ اس سوال پر وجیح کا اسے سپاٹ انداز سے دیکھنا ہی کافی تھا۔ قاسم خاموش ہو گیا۔ "وجیح ایسا چلتا رہا تو ہم نقصان میں رہیں گے۔" وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند گیا۔ وجیح اسے دیکھے گیا۔ اس کی پیشانی پر بل تھے۔ وہ سوچنے لگا کہ جس قدر وہ اپنے بزنس کو لے کر فکر مند رہتا تھا' بالکل اس طرح قاسم بھی رہا تھا۔ دل کا موسم جب جب خراب رہتا وجیح آفس بھی نہ آپاتا تھا مگر قاسم ہمیشہ اس کی جگہ سنبھالنے اس کے ساتھ کھڑا رہا۔

"تم کہیں اور نوکری دیکھ لینا۔" وجیح نے ایک گہری سانس بھری اور چند لفظ ادا کیے۔ اس کی بات پر قاسم تیزی سے سیدھا ہو کر بیٹھا۔ بنھویں آپس میں مل گئی تھیں اور چہرے پر ایک سوالیہ نشان تھا۔

"کیا مطلب؟"

"اگر بزنس میں مزید نقصان ہوا تو میرے ساتھ خوار ہونے کے بجائے ایک ڈھنگ کی نوکری ڈھونڈ لینا۔" وہ اپنی چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔ سامنے میز پر لیپ ٹاپ کھلا ہوا تھا۔ ایک ہاتھ اس کا پیپر ویٹ پر تھا جبکہ دوسرا ہاتھ چیئر کے ہینڈل پر ٹکا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر اگر کچھ تھا تو وہ ناامیدی تھی۔ قاسم اسے دیکھ کر بتا سکتا تھا کہ یہ بے حس انسان آج شکست کی پہلی

سیڑھی پر کھڑا تھا۔وہ پریشان نہیں تھا۔۔اپنے ہاتھوں سے سب کچھ دھیرے دھیرے نکلتا دیکھ کر مایوس تھا۔قاسم اسے پڑھ سکتا تھا۔

"میں کیوں ڈھونڈوں۔تمہارے ساتھ رہوں گا۔"وہ دونوں ہاتھ دوبارہ اپنے سر کے پیچھے رکھ کر ٹیک لگا گیا۔

"تم ایک انتہائی بے وقوف انسان ہو گے اگر یوں کرو گے۔تمہاری شادی ہونے والی ہے۔تم جانتے ہو وہ شخص مجھے جینے نہیں دے گا۔اپنے نام اور شہرت کی وجہ سے میرے سینے میں سیدھا گولی نہیں اتار سکتا اس لیے ایسے قدم اٹھا رہا ہے تاکہ حالات مجھے دھیرے دھیرے مار دیں۔میری تو ماں بھی میرے ساتھ نہیں جس کے لیے میرا پیسہ کمانا ضروری ہو۔تمہاری شادی ہونے والی ہے اور میرا کوئی مستقبل نہیں قاسم۔۔میں کیسے بھی جی لوں گا اور یہ وجہ تم مجھے نہیں دے سکتے۔تمہیں اپنا گھر چلانا ہے۔"اسے پہلی بار قاسم حد درجہ بے وقوف لگا۔

"میں نہیں کر سکتا نوکری کر کے بڑے لوگوں کی غلامی!تمہارے ساتھ رہ کر کبھی ایسا نہیں لگا کہ میں کوئی غلام ہوں۔بھلا تم ایسا سوچتے ہی کیوں ہو۔یہ سب تمہارا آئیڈیا تھا اور تم اسے لے کر شروع سے پر جوش رہے ہو۔کتنوں کو گھیر سکیں گے جہانگیر انکل!جہاں تک تنخواہ کی بات ہے 'بھلا میری تنخواہ کم ہے کیا؟میں خوش ہوں۔"وہ آنکھیں موند کر چین سے بیٹھا ہوا

تھا۔ وجیح اسے دیکھ رہا تھا جس کے چہرے پر اطمینان تھا۔ کوئی اور وقت ہوتا تو وہ یقیناً سوچتا کہ کیسے قاسم ہمیشہ اس کے ساتھ رہا ہے۔۔ مگر اس وقت وہ واقعی چاہتا تھا کہ قاسم کہیں اور ٹھکانہ ڈھونڈ لے تاکہ اس بزنس کی وجہ سے خود اسے نہ نقصان پہنچے۔

اس نے ایک گہری سانس بھر ایک نگاہ میل باکس پر دوڑائی۔

"سب کیسا چل رہا ہے قاسم؟ جنہیں کمپنی نے ایک ماہ پہلے ہائر کیا تھا' ان کی پرو گریس کی کیا ڈیٹیلز ہیں؟" آج کا دن دوسرے دنوں کے مقابلے میں مصروف نہیں تھا۔

"ہاں سب کچھ اچھا چل رہا ہے۔ البتہ تمہیں چاہیے کہ ایک میٹنگ ان کے ساتھ ہولڈ کرو۔" وہ ابھی قاسم کی بات سن ہی رہا تھا جب اندر آتے مراد پر نگاہ پڑی۔ نگاہ پڑی نہیں۔۔ نگاہ اٹک گئی۔ اس نے کافی دنوں بعد مراد کو دیکھا تھا۔ نجانے کیوں جی چاہا اٹھ کر گلے لگا لے۔ اس نے سانس اندر کھینچ کر دھیرے سے چھوڑی۔

"آپ کو تو فرصت نہیں تو میں نے سوچا ایک چکر اور میں ہی لگا لوں۔" وہ مسکرا رہا تھا۔ قاسم مراد کی آواز پر آنکھیں کھول کر سیدھا ہوا۔ وجیح مسکرا بھی نہ سکا۔ وہ کسی حسرت سے مراد کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے کی مسکراہٹ کو نوٹ کر رہا تھا۔ اس کا جی چاہا وہ جواباً مسکرائے مگر جانے کیوں وہ تمام تر طاقتیں حالات نچوڑ گئی تھیں۔

"تم کیسے ہو مراد؟" وہ اسے اچھا لگ رہا تھا۔ آج پولیس کی وردی میں تھا۔ نکھرا نکھرا اور ہینڈسم۔

"میں ٹھیک ہوں۔ آپ کیسے ہیں مسٹر وجیح!" اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر وجیح کا ہاتھ ہاتھوں میں لیا تھا۔ اس کی گرفت مضبوط تھی۔

"کیسے آنا ہوا؟" اس نے مراد کا سوال یکسر نظر انداز کیا۔ وہ آج کل اس سوال کا جواب نہیں دیا کرتا تھا۔ اسے عرصہ ہوا تھا کہ وہ یہ سوال نظر انداز کر دیا کرتا تھا۔

"بس ڈیوٹی کی وجہ سے اس علاقے میں آنا ہوا تو سوچا ایک شخص ہے شناسائی' اس سے ملاقات کر لی جائے۔" وہ قاسم سے بھی سلام دعا کرتا ہوا چیئر پر بیٹھ گیا۔ "خیریت ہے؟ سی ای او اور مینجر صاحب آج بلا کے فارغ لگ رہے ہیں؟"

"ہم لنچ بریک میں اکثر ایسے ہی پائے جاتے ہیں۔" قاسم قہقہہ لگاتا ہوا بولا تو مراد ہنس پڑا۔ اس تمام وقت میں وجیح کے لبوں پر مبہم سی مسکراہٹ پھیلی تھی۔

"تو پھر آج کل کیا مصروفیات ہیں وجیح؟" وجیح نے دیوار پر ٹکے ائیر کنڈیشنر کو گھورا اور سوچنے لگا کہ اس کی کیا مصروفیات ہیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"زمل کیسی ہے؟اور غازی؟شاہ ویز کیا کر رہا ہے آج کل؟"وہ اس کے کسی بھی سوال کا جواب نہیں دے رہا تھا۔اسے زمل یاد آئی۔وہ پھر اسے بھول نہ سکا۔

"سب ٹھیک ہیں۔ابی بھی اچھے ہیں۔"اس کے چہرے پر اطمینان تھا۔

"اور زمل؟کیا کر رہی ہے وہ آج کل؟"جانے کیوں اسے جاننے کی جستجو ہوئی۔

"تم خود آ کر کیوں نہیں دیکھتے؟"اس کا لہجہ ذو معنی تھا۔وجیح نے گہری سانس خارج خارج کی۔قاسم ان دونوں کو باتیں کرتا دیکھ کر باہر جا چکا تھا۔

"میں نہیں آؤں گا۔"یہ جملہ کتنا اذیت ناک تھا۔"میں اب کبھی نہیں آؤں گا۔"اس کے دل نے یہ کہتے ہوئے بیٹ مس کی۔مراد کے دل کو کچھ ہوا تھا۔

"اپنے لوگوں میں نہیں آؤ گے؟"

"میں نے اپنی ماں کا لمس محسوس نہیں کیا۔میں ماں کے بغیر ان کے لوگوں میں جاؤں گا تو شرمندگی محسوس کروں گا۔ایسی شرمندگی جو دن رات میرا بدن کاٹ رہی ہے کہ میں اپنی ماں کے لیے کچھ کر نہیں پا رہا۔"وہ نفی میں سر ہلاتا جا رہا تھا۔"میں ابی کے سوالات کا کیا جواب دوں گا جو مجھے اندر تک جانچ لیتے ہیں۔میں کیسے بتاؤں گا کہ ان کی بیٹی کیسی ہے۔وہ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سب سمجھتے ہیں مراد۔وہ مجھے دیکھتے ہیں تو میں مسکرا بھی نہیں پاتا کہ انہیں الجھی ہوئی مسکراہٹ کا خاصا علم ہے۔ابی مجھے خوفزدہ کر دیتے ہیں۔" وہ دیوار کو گھور رہا تھا۔

"اور زمل؟ کیا زمل بھی تمہیں ہم سے ملنے کے لیے مجبور نہیں کرتی؟" وہ جانتا تھا کہ اس نے زمل کا نام کیوں لیا۔وہ کافی دیر خاموش رہا۔

"زمل کا وجود ہی مجھے مجبور کرتا ہے کہ میں اس سے دور رہوں۔میں چاہتا ہوں کہ ابی اس کا فیصلہ لیں۔۔اور جانتے ہو ابی کے فیصلے میں میرا نام نہیں ہو گا۔وہ بہت معصوم ہے۔تم جانتے ہو میں کیا چاہتا ہوں؟ میں چاہتا ہوں کہ وہ مجھ سے نفرت کرے۔میں چاہتا ہوں کہ وہ مجھ سے نفرت کے بہانے دور رہے۔اسے مجھ میں ایسی اچھائیاں کیوں نظر آتی ہیں مراد' جو ہیں ہی نہیں۔۔میں جانتا ہوں میں کون ہوں۔۔اسے میں برا ہی نہیں لگتا مراد۔میں اس سے کبھی نہیں ملوں گا۔میں اس کے پاس بھی نہیں جاؤں گا۔ابی اس کا فیصلہ بہترین کر سکتے ہیں۔ سعد ایک بہترین فیصلہ ہے۔اس کا باپ اس سے نفرت نہیں کرتا اور اس کی ماں اس کے ساتھ رہتی ہے۔وہ اسے اپنے ساتھ تکلیف دہ راستے کا مسافر نہیں بنائے گا۔وہ میری طرح اسے دکھ نہیں دے گا۔اس کے ساتھ رہے گا اور ایک نارمل زندگی گزارے گا۔" وہ کہتے کہتے رک سا گیا۔دروازے پر دستک ہوئی تھی۔وہ گلاس ڈور کی وجہ سے اس لڑکی کو دیکھ سکتا

تھا جس کے پر ڈوپٹہ تھا۔ مراد کی اس کی جانب پشت تھی۔ "کم ان!" اس نے گلا کھنکھارتے ہوئے لیپ ٹاپ اپنے آگے کیا۔

"مس مناہل آج نہیں آئی ہیں تو سر قاسم نے کہا کہ مجھے آپ سے اس فائل پر دستخط لے لینے چاہیے ہیں۔" مراد کا دل ڈوب کر ابھرا۔ وجیح نے اس لڑکی کا چہرہ بغور نہیں دیکھا تھا۔ وہ اس کی لائی ہوئی فائل کو پڑھنے لگا۔

"آپ کا نام؟" وہ اسے آج سے پہلے نظر نہیں آئی تھی۔ "کیا آپ نیو کمر ہیں؟"

"جی سر۔ آئم حنانہ ملک۔" اس کا کہنا تھا کہ مراد تذبذب کا شکار ہوا۔ اس نے پلٹ کر اس لڑکی کا چہرہ دیکھا۔ نام سن کر وجیح بھی کچھ چونکا تھا۔ حنانہ کی نگاہ اس شخص پر پڑی تو وہ کچھ ٹھہر سی گئی۔ چہرے پر ایک رنگ آکر گزر گیا۔ وجیح نے بیک وقت دونوں کو دیکھا۔

"تم۔۔" اسے گویا کرنٹ سا لگا تھا۔ "تم نے مجھے کیسے ڈھونڈا۔" وہ اس کے بعد کچھ نہ کہہ سکی۔ وجیح حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ وہ نام سے ہی پہچان گیا تھا کہ حنانہ ملک کون ہے۔ مراد کی نگاہیں اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ اس کے چہرے کو کتنے مہینوں بعد دیکھ رہا تھا۔ کتنے مہینوں بعد وہ اس کے روبرو کھڑی تھی۔ نکھرا نکھرا اور گال ہلکے گلابی۔ وہ ہلکے پھلکے

میک اپ میں اس کے دل کی دھڑکن تیز کر گئی۔اس کے ذہن میں کئی سارے سوالات تھے۔۔جیسے کہ وہ یہاں کیسے آئی؟کیا وہ وجیح کے لیے کام کرتی ہے؟

"حنانہ۔۔"مراد کے لبوں نے دھیرے سے اس کا نام لیا۔

"مس حنانہ!آپ بیٹھ سکتی ہیں۔۔وی کین ٹاک!"وجیح تیزی سے بولا۔حنانہ نے تھوک نگلتے ہوئے اس خالی چیئر کو دیکھا۔

"نہیں سوری سر!میرا کچھ کام ادھورا ہے۔مجھے اسے مکمل کرنا ہے۔"وہ اضطرابی میں فائل لینے بڑھی۔

"مس حنانہ۔۔"وجیح اسے جانے نہیں دینا چاہتا تھا۔مراد نے اس کی بعد کاٹی۔

"جانے دو اسے وجیح۔۔یہ ہر وہ جگہ اور مکان چھوڑ دیتی ہے جہاں میں موجود ہوں۔یہ تو محض ایک کمرہ ہے۔"مراد کا انداز سپاٹ تھا۔وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔حنانہ کو جانے کیوں اس سے ڈر لگا۔اسے لگا جیسے وہ اس کی گناہگار ہو۔"بزدل!"اس کا کہنا تھا کہ حنانہ کی پیشانی پر پسینے کے قطرے نمودار ہوئے۔وہ جو پلٹ رہی تھی'ہل نہ سکی۔گویا وہ پتھر کی کر دی گئی تھی۔

"میں بزدل نہیں ہوں۔"اس کا انداز بہت معصومانہ تھا۔۔آنکھیں نم ہو گئیں۔مراد کا دل کٹ کر رہ گیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"جو ہر بار آپ کو دیکھ کر راستہ بدل لے اسے کیا کہتے ہیں حنانہ؟ کرو میرا سامنا۔۔اور ثابت کرو کہ حنانہ ملک بزدل نہیں۔"اس کی آنکھیں مضبوطی سے اس کا چہرہ دیکھ رہی تھیں۔وہ تھک چکا تھا۔۔کم از کم اسے سامنے دیکھ کر وہ اپنی حالت سے اکتا چکا تھا۔۔ہر اس کھیل کو کھیل کھیل کر جس کا اختتام نہیں تھا۔"مت بھاگو مجھ سے۔۔میرا سامنا کیوں نہیں کرتی؟"

وہ اس سے اس تھوڑی سی دیر میں بہت کچھ کہنا چاہتا تھا۔۔وہ کہنا چاہتا تھا کہ کیا اسے اس کے چہرے پر تھکن نظر نہیں آتی؟ کیا وہ اس کو رحم کے قابل نہیں لگتا؟ وہ اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔

"مجھے اپنے کیبن جانا ہے۔"وہ تیزی سے مڑ گئی۔کمرے میں خاموشی چھا گئی۔وجیح اس اتفاق پر حیران تھا۔۔شاید خاموشی اس کی نشانی تھی۔مراد کافی دیر بے چین رہا پھر اٹھ کر نکل گیا۔

عجیب بات تھی۔۔کیسے وقت انہیں ایک دوسرے کے روبرو کر گیا تھا۔

---☆☆☆---

اس نے رباب کو کال ملائی تھی۔یہ اس ہفتے میں دوسری کال تھی۔شاہ ویز اس کے ساتھ موجود تھا۔وہ اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو مضبوطی سے جکڑا ہوا تھا۔زمل کو لگا جیسے آج بھی وہ اس کی کال نہیں اٹھائی جائے گی۔

"ہو سکتا ہے وہ ایک اجنبی نمبر کی کال ریسیو نہ کرتی ہو۔"زمل نے اس کی ڈھارس باندھی۔

"جیسے کہ میری۔۔" وہ موبائل تک رہا تھا۔ زمل کے موبائل پر کالنگ لکھا آرہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد خود ہی فون کٹ گیا۔

"ایسا کیا ہوا کہ وہ یوں کر رہی ہے؟ کیا وہ تم سے کسی بات پر ناراض تھی؟" یوں غائب ہو جانا تو بہت ہی عجیب بات تھی۔

"وہ مجھ سے اتنے سالوں میں ایک بار ناراض نہیں ہوئی زمل۔۔ میں چاہتا تھا وہ مجھ سے روٹھے اور میں اسے مناؤں۔۔ وہ مجھ سے واقعی روٹھ گئی کیا؟" وہ بچوں کے سے انداز میں اس سے پوچھ رہا تھا۔ یکدم ہی زمل کا موبائل بج اٹھا۔ اسی نمبر سے کال تھی۔ شاہ ویز کا دل زور سے دھڑکنے لگا۔ زمل نے ہڑبڑی میں موبائل اٹھایا اور کال ریسیو کی۔

"ہیلو۔" زمل نے موبائل اسپیکر پر کیا۔

"ہیلو۔ جی کون؟" وہ رباب ہی تھی۔۔ شاہ ویز کی روبی۔ زمل کو لگا شاہ ویز کی آنکھیں نم ہو جائیں گی۔ وہ خود پر بمشکل ضبط کیے سرخ آنکھیں لیے بیٹھا تھا۔

"مجھے رباب سے بات کرنی ہے۔ کیا ان سے بات ہو سکتی ہے؟"

"جی میں رباب ہی بات کر رہی ہوں۔ کہیں۔۔ آپ کون؟" وہ الجھی ہوئی تھی۔

Clubb of Quality Content

"میں زمل ہوں۔۔" وہ کہہ کر کچھ دیر کے لیے ٹھہری۔ دوسری جانب خاموشی چھا گئی۔

"زمل اعوان۔۔" اس نے بمشکل پورا نام ادا کیا۔

"کہیے۔۔" مزاج سخت ہو گیا۔ "کوئی کسر رہ گئی ہے جسے پوری کرنے کے لیے کال کی ہے؟"

"کون سی کسر؟" زمل نے الجھ کر شاہ ویز کو دیکھا جو حیرت زدہ تھا۔ اس کی پیشانی پر بل پھیل گئے تھے۔ "میں شاہ ویز کی بہن ہوں۔" اس نے جلدی سے وضاحت دی تاکہ کہیں وہ غلط نہ سمجھے۔

"میں جانتی ہوں۔۔ آپ کے فون کرنے کا مقصد؟"

"دیکھو مجھے نہیں معلوم کیا ہوا ہے۔ میں واقعی نہیں جانتی رباب۔۔ مگر شاہ ویز۔۔ اسے مت ستاؤ۔ اگر اس کی جانب سے کوئی غلطی ہوئی ہے تو غلطیوں کی تو تلافی بھی ہو سکتی ہے۔" وہ جلدی جلدی بول رہی تھی کہ اس سے بعید نہیں تھی کہ کہیں وہ کال ہی نہ کاٹ دے۔

"کون سی تلافی؟ تم لوگ کس منہ سے معافی مانگ رہے ہو اور کس کس بات کی معافی؟ دیکھو زمل! تم ایک بہت اچھی لڑکی ہو۔ میں تمہیں کسی بھی چیز کا قصوروار نہیں ٹھہراؤں گی۔ شاہ ویز نے ہمیشہ تمہارا ذکر ایک اچھی بہنوں کی طرح کیا ہے مگر۔۔" وہ کچھ دیر کو ٹھہری۔ شاہ ویز کی سانسیں اٹک رہی تھیں۔ اس کا بس نہ چلتا کہ وہ زمل سے موبائل چھین کر

خود بات کرتا۔" مگر اس سے کہو کہ مجھ سے دور رہے۔ میری شادی میرے کزن حسیب سے طے کر دی گئی ہے۔ دو دن قبل میری منگنی تھی۔ میں اب کسی کی منگیتر ہوں۔۔ اس سے کہو مجھ سے دور رہے۔" اس کا کہنا تھا کہ شاہ ویز کی آنکھیں پھٹنے کو ہوئیں۔ اس کا رنگ سفید پڑ گیا۔ زمل کا دل کچھ ڈوب سا گیا تھا۔" اور جو انگھوٹی وہ مجھے پہنانا چاہتا تھا' بہتر ہے کہ وہ اپنی ماں کو پہنا دے۔" یکدم ہی شاہ ویز نے اس کے ہاتھ سے موبائل چھینا تھا۔

"تم نے کسی اور سے شادی کرنے کی حامی بھر لی؟؟ یہ تھی تمہاری محبت؟ یہ تھی وہ الفت جس کا اظہار مجھ سے کیا کرتی تھی؟؟ تمہیں لگتا ہے میں تم سے دستبردار ہو سکتا ہوں؟ نہیں روبی۔۔" وہ بول نہیں رہا تھا۔۔ چیخ رہا تھا۔

"رباب نام ہے میرا!" وہ جواباً چیخی تھی۔

"میں نہیں مان سکتا کہ تم نے کسی اور کے نام کی انگھوٹی پہن لی۔۔ نہیں تم ایسا نہیں کر سکتیں۔ حسیب تو تمہیں ناپسند تھا نا روبی! تم ایسا نہیں کر سکتیں۔۔ میں نے تمہارے لیے اپنے گھر والوں منایا ہے۔ میں تمہاری شادی کسی ایرے غیرے سے نہیں ہوتے دیکھ سکتا۔ تمہیں میری بیوی بن کر میرے پاس آنا ہے۔ منع کر دو اس رشتے سے۔۔ کچھ بھی کرو۔ میں تمہاری یہ گستاخی بھول کر پہلے جیسا ہو جاؤں گا۔ مجھے اتنا تنگ مت کرو روبی کہ میں اپنے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

حواس کھودوں۔" وہ غرا رہا تھا۔اس کی بات مکمل ہوتے ساتھ ہی دوسری جانب سے کال کاٹ دی گئی تھی۔وہ اپنے بال نوچتا ہوا سر جھکا کر بیٹھ چکا تھا۔غصے سے سر کا حصہ تکلیف کر رہا تھا۔۔اور زمل یہ سوچنے لگی کہ اس نے ایسا کیوں کہا کہ جو انگھوٹی شاویز اسے پہنانے والا تھا اب اپنی ماں کو پہنادے۔۔

"شاہ ویز۔۔" وہ دھیرے سے بولی۔

"اس نے ایسا کیوں کیا زمل۔۔" اس کی ہمتیں تمام ہو گئیں۔وہ ٹوٹ کر بکھر سا گیا۔کنپٹی کی رگیں ابھرنے لگی۔وہ تکلیف میں تھا۔اذیت میں مبتلا اضطرابی میں اپنے ہاتھ مسل رہا تھا۔

"وہ مجھ پر کسی دوسرے مرد کو ترجیح دے رہی ہے۔۔زمل میرے۔۔میرے ہر بھیانک خواب سچ ہو گئے۔میرا ہر اندیشہ سچائی میں بدل گیا زمل۔۔" وہ چھ فٹ کے قریب مرد اس کے آگے بری طرح خوفزدہ تھا۔"میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔میں نے اسے مجھے چھوڑنے کا آپشن نہیں دیا۔میں اس شخص کو مار دوں گا۔میں اس کا قتل کر دوں گا۔" وہ دیوانہ وار جانے کیا کیا بول رہا تھا۔

"شاہ ویز!!" وہ تیزی سے اس کی جانب لپکی۔"کیا ایسا کرنے سے سب ٹھیک ہو جائے گا؟ پاگل مت بنو!"

"مجھے نہیں معلوم زمل! مجھے بس اتنا معلوم ہے کہ اگر میں کچھ نہ کروں گا تو برباد ہو جاؤں گا۔" وہ تیزی سے اٹھ کر باہر نکل گیا۔

---☆☆☆---

عجیب بات تھی۔۔سب کی زندگی میں کوئی طوفان اٹھا ہوا تھا۔مزید چند دن گزر گئے۔شاہ ویز مکمل طور پر غائب رہنے لگا تھا۔ابی کو آہستہ آہستہ سب پتا چل گیا تھا۔لبنیٰ تو بس روتی ہی رہتیں کہ کیسے ان کے بیٹے کو نظر کھا گئی۔زمل کی روٹین کچھ مصروف ہو گئی۔غازی ہی اسے پک اینڈ ڈراپ دیا کرتا تھا۔ماموں کی جانب سے اب تک نہ دکان کے کاغذات آئے تھے اور نہ کسی دکان کی چابی۔۔وہ وقت نکال کر انہیں کال کرنا چاہتی تھی مگر مصروفیت بڑھتی جا رہی تھی۔عرصہ ہو چلا تھا اور اعوان ہاؤس میں کوئی محفل نہیں لگی تھی۔مصروفیات کے باوجود بھی وہ مائرہ کو نہ بھول سکی۔ہر نماز میں ان کی سلامتی کی دعا اور وجیح کی خیر مانگتی۔جانے یہ زندگی کہاں لے کر جا رہی تھی۔دو ماہ ہونے کو آئے تھے اور اس نے وجیح کی شکل بھی نہ دیکھی تھی۔وہ جیسے گم ہو گیا تھا۔۔اس دنیا کی بھیڑ میں لاپتا کھو گیا تھا۔اس کے لوٹ آنے کی امید دن بہ دن کم ہو رہی تھی مگر ایک عجیب جذبہ تھا جو اندر ہی اندر اسے بھلا نہیں پا رہا تھا۔وہ جانتی تھی وجیح جہانگیر کو پسند کرنا ایک احمقانہ حرکت ہے جو وہ کر بیٹھی ہے۔اس نے اپنے دل

کی کنجی ایک غلط شخص کے ہاتھوں میں تھمادی ہے۔وہ بھلا اس کا مان کیونکر رکھے گا۔وہ ہر ہفتے میں ایک بار مائرہ کو کال کیا کرتی تھی۔۔شاید وہ لڑکی جو ٹیلی فون اٹھاتی تھی'اس کی آواز یاد کر گئی تھی۔۔عجیب بات ہے۔۔وہ کبھی اس کی کال مائرہ تک پہنچانے میں دیر نہ کرتی تھی حالانکہ ابی کی کال اٹھاتے ساتھ ہی رکھ دیا کرتی۔مائرہ کی آواز دن بہ دن کمزور ہوتی چلی گئی۔ بیٹے کی جدائی ان کے اندر نئی بیماریاں پیدا کر گئی۔وہ بے بس تھیں۔۔اسے یاد تھا جب ملازمہ نے اس کی کال اٹھائی تھی تو مائرہ کو بلاتے وقت کہا تھا کہ زمل کو پانچ منٹ انتظار کرنا پڑے گا کیونکہ مائرہ بیگم کو خون کی الٹی ہوئی ہے۔ماں باپ کی موت کے بعد زمل پہلی بار اس رات خوب خوف سے روپڑی۔جانے کیا ہو رہا تھا۔۔

"آپ بیمار ہیں؟"اس نے مائرہ سے دوٹوک انداز میں پوچھنا چاہا۔وہ ہمیشہ اس کے سوال گول کر دیا کرتی تھیں۔

"نہیں۔۔میں کیوں بیمار ہوں گی۔"وہ ان کے چہرے کی مسکراہٹ فون کی دوسری جانب محسوس کر سکتی تھی۔

"مجھ سے جھوٹ بولتی ہیں آپ۔۔مجھے بتایا تھا ملازمہ نے چند دنوں پہلے۔۔آپ بیمار ہیں۔" اس کی آواز نم ہونے لگی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم رو رہی ہو؟" ان سے رہا نہیں گیا۔

"میں مطمئن کیسے ہو سکتی ہوں پھوپھو؟" اسے ہچکیاں لگ گئیں۔ "میں ماں باپ کے بعد کسی عزیز کا جانا کیسے برداشت کر سکتی ہوں پھوپھو۔" دوسری جانب خاموشی چھا گئی۔

"تم جانتی ہو زمل۔۔ میں نے تم سے ویسی محبت کی جیسی میں نے اپنے پیارے بیٹے سے کی ہے۔۔ وہ بیٹا جو میرے جسم کا حصہ ہے مگر مجھ سے کوسوں دور ہے۔" وہ جملہ ٹکڑوں ٹکڑوں میں مکمل کر رہی تھیں۔ سانس بلاوجہ ہی پھولنے لگتی۔ "تمہیں تکلیف میں دیکھنا بالکل ویسا ہے جیسے وجیح کو تکلیف میں دیکھنا۔ اور جانتی ہو وجیح کو تکلیف میں دیکھنا کیسا ہے، زمل؟" لمبی خاموشی چھا گئی۔

"آپ وجیح کو یاد کر رہی ہیں۔۔" وہ پوچھ نہیں رہی تھی۔۔ بتا رہی تھی۔

"اسے تکلیف میں دیکھنا ایسا ہے کہ کوئی میرے جسم پر مسلسل ضرب لگائے اور میں خون کی الٹیاں کروں۔" یہ کیسے الفاظ تھے کہ زمل ششدر رہ گئی۔ "اسے تکلیف میں دیکھنا ایک ایسی اذیت ہے جو مجھے بیمار کر رہی ہے۔ میں اس سچ کو کیسے تسلیم کروں کہ وہ میرے جسم کا حصہ ہو کر مجھ سے ایسے دور کر دیا گیا ہے جیسے وہ میرا خون ہی نہ ہو۔ میں کیسے خود کو مناؤں کہ وہ مجھ سے دور ہے مگر دل میں مقیم ہے۔ میں اس آدھے سچ پر اکتفا نہیں کر سکتی زمل۔ مجھے میرا بیٹا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

چاہیے۔۔"وہ بمشکل خود پر ضبط کر رہی تھیں۔"تم۔۔تم میری رازدار بنو گی نا،زمل؟تم کسی کو نہیں بتاؤ گی نا کہ میرا دل کا موسم میری باتوں کے برعکس ہے؟مجھ سے وعدہ کرو زمل کہ تم یہ بات وجیح کو بھی نہیں بتاؤ گی۔"وہ جلدی جلدی بولنے لگیں۔ان کی سانسیں اکھڑ رہی تھیں۔

"میں نہیں بولوں گی۔میرا وعدہ ہے۔"وہ گھبرا کر زبان دے بیٹھی۔

"وہ مر جائے گا اور ایک ماں اپنی اولاد کو جان سے جاتا تو نہیں دیکھ سکتی نا زمل۔۔اس کا باپ اسے مار دے گا۔۔وہ اسے۔۔۔زمل۔۔زمل اس کا باپ آ رہا ہے۔میں کال رکھتی ہوں۔"

ہڑبڑی میں کال کاٹ دی گئی اور وہ وہیں سکتے میں بیٹھی رہ گئی۔اسے آگے سننا تھا۔۔اسے جاننا تھا۔وہ کافی دیر اسی حال میں بیٹھی رہی پھر اٹھ کر اللہ کے آگے گڑگڑانے کے لیے بڑھ گئی۔

۔۔۔☆☆☆۔۔۔

غازی آج زبردستی شاہ ویز کو اپنے ساتھ مال لایا تھا۔اسے اپنے ساتھ لانے کا یہی ایک بہترین موقع نظر آیا۔اسے گرمیوں کے کپڑوں کی شاپنگ کرنی تھی اور شاہ ویز ہمیشہ اس میں غازی کی مدد کرتا تھا۔

"تم ہمیشہ ایک ہی برینڈ سے کپڑے لیتے ہو۔اس میں مجھے لانے کی کیا ضرورت تھی۔" وہ اب کم ہی بولتا تھا۔غازی نے اس بات کا اسے کوئی خاص جواب نہیں دیا تھا۔

"تمہیں اپنے لیے بھی کپڑے دیکھ لینے چاہیے ہیں۔میں تمہیں اپنی شرٹس بالکل نہیں دوں گا۔" وہ اسے وارن کر گیا۔شاہ ویز خاموش ہر شرٹ پر نگاہ دوڑا رہا تھا۔وہ سوچنے لگا کہ اگر حالات ایسے نہ ہوتے تو شاید وہ آج پوری جستجو سے اپنے لیے بھی کافی کچھ دیکھ رہا ہوتا۔وہ غازی کو چیزیں پسند کرتا دیکھ کر شاپ سے باہر نکل آیا۔موبائل پر نوٹیفکیشنز دیکھتے ہوئے اس نے نگاہ ارد گرد دوڑائی جب اسے ایک لڑکی نظر آئی جو ہلکے نیلے رنگ کے سوٹ میں ملبوس اپنی دوست کے ساتھ کھڑی تھی۔

"رباب۔۔" اس نے زیر لب نام لیا۔دل میں طوفان سا اٹھنے لگا۔وہ بنا کچھ سوچے سمجھے تیزی سے اس کی جانب بڑھا تھا۔غازی نے اسے یوں ہڑبڑی میں دیکھا تو پیچھے بھاگا۔

"ٹھہرو!" اس کی سخت آواز پر رباب تیزی سے پلٹی تھی۔وہ خطرناک حد تک سنجیدہ معلوم ہوتا تھا۔ایسا سنجیدہ کہ اس پل اس سے کسی بھی چیز کی امید کی جا سکتی تھی۔جانے کیوں وہ پہلی بار شاہ ویز سے گھبرا گئی۔اسے کیسے معلوم تھا کہ وہ مال میں ہے۔

"شاہ ویز۔۔" وہ اسے سامنے پا کر اس کی موجودگی پر یقین کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔ "مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی۔" جانے کیا ہوا کہ وہ یکدم ہی ہوش میں آئی۔اس کی آگے چلتی دوست بھی اسے دیکھ کر ٹھہر گئی۔

"کیا ہوا رباب؟" وہ رباب کی ہر دوست سے باخبر تھا۔

"میں پوچھ نہیں رہا تم سے۔۔مجھے تم سے بات کرنی ہے۔" پلک جھپکائے بنا وہ اسے دیکھ رہا تھا۔چہرہ سپاٹ تھا۔۔البتہ رنگ بدل کر اب سرخ ہو رہا تھا۔

"شاہ ویز کیا کر رہا ہے یار۔۔" غازی کو لگا وہ اسے قابو نہیں کر پائے گا۔

"غازی یہ میرا اور اس کا معاملہ ہے۔اس سے کہو مجھ سے بات کرے۔۔میں زبردستی کا قائل نہیں ہوں' مجھے اس بات کے لیے فورس نہ کرے۔" اس کی نگاہیں خونخوار محسوس ہوتی تھیں۔غازی رباب کو کسی امید سے دیکھنے لگا۔

"میں ہر تعلق ختم کر چکی ہوں مسٹر شاہ ویز۔آئندہ مجھے کبھی راستے میں مت روکیے گا۔"

رباب کا انداز پل بھر میں تبدیل ہوا تھا۔اس کی آنکھوں میں وہ محبت نہیں تھی جو کبھی ہوا کرتی تھی اور نہ اس کے مزاج میں وہ نرمی تھی جس پر شاہ ویز نہال ہو جایا کرتا تھا۔وہ اسے بے یقینی سے دیکھنے لگا۔

"کون سا تعلق؟ وہ تعلق تب ختم ہو گا جب میں چاہوں گا اور ایسا کبھی نہیں ہو گا رباب۔ تمہیں کیا لگتا ہے 'تم مجھ پر کسی کو بھی فوقیت دو گی اور میں دیکھتا رہ جاؤں گا؟ وہ کزن جو تمہیں پسند بھی نہیں تھا آج کیا اس سے بھی محبت ہو گئی؟ تمہاری حماقتوں پر صبر کا گھونٹ پیتا رہوں گا؟ دل لگی کی تھی تم نے؟" اس کا لہجہ کڑوا ہوا تھا اور رباب کے دل پر وہ الفاظ چھپ سے گئے تھے۔ وہ اپنی محبت پر ایک لفظ برداشت کیے بغیر اس کے رخسار پر ہاتھ نشان چھوڑ گئی۔ غازی ششدر رہ گیا تھا۔

"یہ تھپڑ میری محبت پر انگلی اٹھانے کے لیے! میری محبت ہی تھی کہ تمہاری ماں کے چھلنی کر دینے والے الفاظ کے بعد بھی تمہارا معاشرے میں تماشہ نہیں بنایا میں نے۔۔ کیونکہ وہ کام تمہاری ماں کر چکی ہے۔" شاہ ویز اس کا چہرہ تکتا رہ گیا۔ گال تکلیف کی تپش سے تکلیف کر رہے تھے مگر اسے جیسے کچھ محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ ارد گرد کوئی نہیں تھا اس لیے کوئی تماشہ نہیں لگا تھا۔ "تم نے تو محبت کے دعوے کیے تھے شاہ ویز۔۔ تم نے کہا تھا تم اپنی ماں کو میرے گھر لانے کے لیے مناؤ گے۔۔ میں کتنی بے وقوف تھی کہ پوچھا ہی نہیں کہ کس مقصد کے لیے مناؤ گے؟ مجھے اپنی بہو بنانے کے لیے آئیں گے یا میرا میرے باپ کے آگے تماشہ لگانے کے لیے۔۔ میرے باپ کو دو کوڑی کا کرنے کے لیے۔۔ یہ تھپڑ میری اس

تکلیف کو کم نہیں کر سکتا شاہ ویز مگر مجھے افسوس ہے کہ میں نے تم سے محبت کی۔۔"اس کی آنکھوں میں آنسو تھے اور شاہ ویز کے بدن کو کاٹو تو گویا لہو نہیں۔۔غازی کو لبنیٰ تائی کی 'کی گئی حرکت بے یقین کر رہی تھی۔"ہاں مجھے اپنا کزن نہیں پسند مگر وہ مجھے میرے گھر آ کر رسوا تو نہیں کرتا اور نہ میرے باپ کی عزت کو اپنی جاگیر سمجھتا ہے کہ جسے جب چاہا بے عزت کر دیا۔تمہاری ماں نے میرے سارے ارمان جلا دیے۔میرے دل میں تمہارے سنگ رہنے کی خواہش اب کہیں نہیں۔۔"وہ سسکیاں بھرتی ہوئی تیزی سے چلی گئی اور شاہ ویز وہیں رہ گیا۔حیرت زدہ۔۔ششدر۔۔۔بے یقین اور آزردہ!اسے لگا اس کی ماں نے اسے سرِ بازار زندہ در گور کر دیا ہو۔آنکھوں میں خون اتر آیا۔وہ گاڑی کی چابی جیب سے نکالتا ہوا باہر نکل گیا۔

---☆☆☆---

رات کے کھانے میں میز لوازمات سے بھری ہوئی تھی۔زمل نے آج کافی دنوں بعد کوکنگ کی تھی۔وہ گھر کا ماحول خوشگوار بنانے کے لیے اپنی جانب سے تمام تر کوششوں میں لگی رہتی تھی۔مراد بھی آج کل بس نام کا ہی گھر پر ہوتا تھا۔سارا دن گھر سے باہر اور رات میں یا تو اپنے کمرے میں بند یا پھر ابی کے پاس کچھ دیر کے لیے بیٹھ جاتا تھا۔غازی کو تو چپکی ہی لگ گئی تھی۔

"میں نے آپ کے لیے وائٹ کڑاہی بنائی ہے۔"اس نے کسی اشتیاق سے مراد کو بتایا تو وہ مسکرا دیا۔

"یعنی آج کی رات پیٹ خراب رہے گا۔"

"نہیں بالکل نہیں۔۔میٹھا بھی ہے۔آج میرا دل چاہا کہ سب کے عیش کروائے جائیں۔"وہ گرما گرم نان ہاٹ پاٹ میں رکھتی ہوئی بولی۔

"غازی کو بھی بلا آؤ حذیفہ۔۔"اس کی بات پر حذیفہ اوپر بھاگ گیا۔

"لگتا ہے آج تو بدپرہیزی ہو گی۔"ابی لوازمات دیکھ کر ہنس پڑے۔

"آج تو واقعی زمل نے میری کچن سے چھٹی کروادی۔"لبنیٰ تائی بھی کھانے کی خوشبو سے خوش ہوتی ہوئیں کرسی کھینچ کر بیٹھ گئیں۔پانچ منٹ میں سب ایک چھت کے نیچے جمع ہو گئے تھے۔یکدم ہی شاہ ویز لاؤنج میں داخل ہوا تھا۔ہاف سلیوز والی شرٹ میں اس کے بازوؤں کی رگیں ابھری ہوئی تھیں۔چہرے کے تاثرات خطرناک حد تک بگڑے ہوئے تھے۔

"ارے آؤ ناشاہ ویز۔۔" کتنے دنوں بعد وہ کھانے کے وقت گھر میں داخل ہوا تھا۔سب کے لبوں پر مسکراہٹ تھی البتہ غازی کو چپکی لگی تھی۔وہ خاموشی سے پلیٹ میں سالن نکالنے لگا۔ لبنی نے شاہ ویز کو بلایا۔

"نہیں آپ لوگ کھائیں۔۔مجھے عادت نہیں ہے کسی کی خوشیاں کھا کر اپنا پیٹ بھرنے کی۔۔" اس کا لہجہ کاٹ دار تھا۔ماحول میں سکوت چھا گیا۔

"کیا بدتمیزی ہے شاہ ویز یہ؟" مراد نے لبنی کا چہرہ پھیکا پڑتا دیکھا تو شاہ ویز کو احساس دلانا ضرور سمجھا۔"کیا کہہ رہے ہو تم یہ؟"

"تم خاموش رہو مراد! تم سب نے مجھے دھوکا دیا ہے۔۔مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی!" وہ غرایا تھا۔"حالانکہ امید تو مجھے اپنی ماں سے بھی نہیں تھی جو اپنے بیٹے کی خوشیوں کا یوں جنازہ نکال گئیں۔" اس نے مٹھی مضبوطی سے بھینچ کر خود کو بے قابو ہونے سے روکا۔

"کون سا دھوکا؟؟ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ شاہ ویز تم ہماری محبت کا غلط فائدہ اٹھا رہے ہو بیٹے! ماں سے کوئی اس لہجے میں بات کرتا ہے؟" ابی دھاڑے۔"معافی مانگو اپنی ماں سے ابھی اور اسی وقت! ورنہ ہمیں اپنا چہرہ نہ دکھانا!"

"میں معافی نہیں مانگوں گا ابی۔۔آج میری غلطی نہیں ہے۔۔بلکہ آج تک میں نے جو خواہش کی اس میں ہمیشہ اماں نے اپنا حصہ ہی تو رکھا ہے۔"اس کی آنکھوں میں پانی تھا۔مراد کچھ نا سمجھی سے اسے دیکھ رہا تھا۔اس کی بگڑی حالت دیکھنا دشوار تھا۔بال بکھرے ہوئے تھے اور چہرے کی چمک کہیں کھو گئی تھی۔چہرہ سرخ ہو رہا تھا جیسے اندر کئی دنوں کا غبار ہو۔

"کون سی یونی میں ایڈمشن لینا ہے، بزنس میں ہاتھ بٹانا ہے، کون سی فیلڈ پڑھنی ہے اور کس لڑکی سے شادی کرنی ہے۔سب کچھ ان کا ہی تو ہے۔زندگی میں پہلی بار میرا دل چاہا میں کسی کو حاصل کرنے کے لیے لڑوں۔میرا دل چاہا تھا کہ وہ چیز میری پاس ہو۔پہلی بار مجھے لگا کہ میں اماں کو منالوں گا۔۔پہلی بار میں اماں کے مخالف گیا اور اس کی سزا بھی مجھے دے دی گئی۔"وہ بول نہیں رہا تھا۔۔تکلیف سے بلبلا رہا تھا۔"مجھے وہ عورت چاہیے تھی اماں۔"غازی کو اتنی تکلیف ہوئی کہ وہ بیٹھ نہ سکا۔اس کی حالت دلبرداشتہ تھی۔وہ تیزی سے باہر نکل گیا۔"میں نے آپ کو سال و سال منایا۔۔آپ نے کہا تھا آپ اس کے گھر جائیں گی۔۔آپ نے کہا تھا وہ آپ کی بہو ہے۔۔کیوں کیا پھر ایسا۔۔"الفاظ ٹوٹ پھوٹ کر منہ سے ادا ہو رہے تھے۔لبنیٰ پر سکتہ طاری تھا۔زمل کا دل حلق میں آ چکا تھا۔وہ پہلی بار اسے بری طرح اسے چیختا ہوا دیکھ رہی تھی۔"آپ نے اسے بد چلن کہا؟آپ نے اسے آوارہ کہا؟اگر وہ بد چلن اور آوارہ ہے تو آپ

کا بیٹا بھی بد چلن، آوارہ ہے، اماں!" اعوان ہاؤس اس کی دھاڑ پر گونج اٹھا تھا۔ مراد کو پسینے آنے لگے۔ اس کے چہرے کا رنگ گویا اڑ چکا تھا۔ لبنیٰ ویسے ہی بیٹھی تھیں۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو۔" ابی سے برداشت نہ ہوا۔

"پوچھیں اپنی بہو اور بیٹے سے۔۔ مجھے اطلاع دیے بنا وہ کیسے اس معصوم لڑکی کے گھر جا کر اس کے باپ کو ایک دو کوڑی کا ٹیچر کہہ کر آئی ہیں۔ کیسے اس کی مری ہوئی ماں کی تربیت پر انگلی اٹھا کر آئی ہیں۔۔ اگر میری ماں کے بارے میں ایسا کوئی کہتا تو میں اس شخص سے قطع تعلق کر لیتا مگر آپ نے تو مجھے منہ دکھانے کے قابل ہی نہیں چھوڑا۔ آپ نے اسے اس کے باپ کے آگے ذلیل کیا یہ جانے بغیر کہ بے عزت تو آپ کا بیٹا بھی ہو گیا نا معاشرے میں۔۔ کیسے منہ دکھاؤں گا میں؟ وہ میری شکل تک نہیں دیکھنا چاہتی اماں۔۔ آپ کامیاب ہو گئیں۔۔ آپ نے ہمیشہ جو چاہا وہ آپ کو ملا اور میں ہار گیا۔۔ ہمیشہ کی طرح آپ میرے فیصلے کر گئیں۔" اس نے موبائل اٹھا کر دیوار پر مارا تھا۔ مراد اس کی جانب تیزی سے بڑھا تھا جب شاہ ویز نے اس کا گریبان پکڑا۔ "تم سب نے مجھے دھوکا دیا۔ میں نے تم سے بھی محبت کی۔۔ تم نے۔۔ تم نے میری محبت کے بدلے میرے ہی منہ پر تھوک دیا مراد؟ تم بھی میرے حامی نہ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہوئے۔"اس کا گریبان جھٹکتے ہوئے وہ خونخوار نگاہوں سے سب کو تکتا ہوا کمرے میں چلا گیا۔

"یہ۔۔یہ کیا ہوا ابی۔۔"مراد کا دماغ پھٹ رہا تھا۔"ابی وہ مجھے ایسے کیوں بول کر گیا۔ بھابھی؟ بھابھی یہ سب کیا ہے؟"لبنیٰ کو پکارتے ہوئے آواز اونچی ہو گئی۔ابی نے تکلیف سے آنکھیں میچ لیں۔"آپ اس دن مجھے اپنی کسی دوست کے گھر لے کر گئی تھیں۔کیا وہ دوست یہی تھیں؟"جانے کیوں لہجہ طنزیہ ہو گیا۔لبنیٰ کو چپ لگ گئی۔ان کی حالت ایسی تھی کہ بدن کا ٹوٹو لہو نہیں۔ان کی خاموشی میں ہی ان کا جواب تھا۔مراد نے سر پکڑ لیا۔"آپ نے میرا استعمال کیا؟آپ نے میرے بھتیجے کی نظروں میں مجھے اس قدر گرا دیا بھابھی؟"وہ صوفے پر دھپ سے بیٹھا تھا۔

"میں۔۔میں چاہتی تھی کہ۔۔"وہ کچھ بولتے بولتے ٹھہر گئیں۔

"کیا چاہتی تھی تم لبنیٰ؟ایک لڑکی کی عزت پر اس کے باپ کے سامنے گفتگو کرنا تاکہ تمہارا بیٹا تمہاری پسند سے شادی کر لے؟"ابی کا لہجہ حد درجہ کڑوا ہوا۔"اسی لیے میں کہتا ہوں کہ باپ کو اولاد کے ساتھ رہنا چاہیے!ایسا کیا کمانا جس سے اولاد سے دور رہ کر اس کی پریشانیاں نہ سمجھ سکے۔"انہوں نے اپنی لاٹھی فرش پر ماری تھی۔"جن کی خود کی بیٹیاں نہیں ہوتیں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

انہیں دوسروں کی بیٹیوں کی عزت 'عزت نہیں لگتی۔" وہ خفگی سے کہتے ہوئے لان کی جانب بڑھ گئے۔ مراد غصے سے باہر نکلا تھا تو زمل اس کے پیچھے بھاگی تھی تاکہ اسے روک سکے۔ پیچھے تنہا صرف ایک عورت رہ گئی تھی جس کا دماغ قدرے الجھا ہوا تھا۔۔ لبنیٰ تائی!

---☆☆☆---

دو دن بعد وجیح نے ماں کے موبائل پر کال ملائی تھی۔ اس امید پر کہ وہ کال اٹھالی جائے گی اس نے بار بار کال ملائی مگر ہر بار دوسری جانب لائن بزی ہونے کا پیغام ملتا۔ آخر ہمت ہی ہار دی۔ اس نے سگریٹ سلگائی گلاس وال کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ مسافت کڑی تھی اور مسافر تھکا ہوا۔

"یہ فائل سر۔۔" ایک جانی پہچانی آواز نے اسے چونکایا۔ "مس فائزہ اور میری جانب سے۔۔" "ہاں وہ مس حنانہ ملک تھیں۔ ایک نظر اسے دیکھ کر اس نے میز کے اوپر رکھی فائلز کو دیکھا۔ اس نے گاہے بگاہے اسے دیکھا مگر حنانہ نے ایک بار بھی وجیح کو نہیں دیکھا تھا۔

"اس پر تو مینجر کے دستخط ہی نہیں ہیں۔ کیا یہ ان کی جانب سے اپروو ڈ ہیں؟" اس نے نگاہ اٹھا کر اسے ایک بار پھر دیکھا۔

"سوری سر۔۔ایک مس ہو گئی ہو گی۔آپ دوسری فائلز دیکھ لیں۔"وہ فائلز کھول کر اس کے آگے رکھ رہی تھی۔اس نے سب پر ایک نظر دہراتے ہوئے دستخط کیے تھے۔

"سکریٹری صاحبہ کہاں ہیں؟"اس نے سرسری سا پوچھا تھا۔

"کسی ایمرجنسی کی وجہ سے انہیں آف لینی پڑی۔"وہ فائلز سمیٹ رہی تھی۔وہ حنانہ کا ہر ایکشن نوٹ کر رہا تھا۔کم از کم وہ مراد کو لے کر حنانہ سے خود بات نہیں کرنے والا تھا۔

"اٹس اوکے۔"وہ سگریٹ دونوں انگلیوں کے درمیان دباتا ہوا گلاس وال کی جانب رخ کیے کھڑا ہو گیا۔اسے خبر تھی کہ فائلز سمیٹ کر وہ خود چلی جائے گی۔

"ایکسکیوزمی سر۔۔میں اس دن کے اپنے رویے پر شرمندہ ہوں۔آئم سوری۔"اس کی بات پر وہ کچھ چونک کر پلٹا تھا۔وہ سر جھکائے کھڑی تھی۔

"میں سمجھا نہیں۔"وہ اس دن اپنے کون سے رویے پر شرمندہ تھی۔

"آپ نے مجھے ٹھہرنے کو کہا تھا مگر میں نے انکار کر دیا تھا۔میں معذرت خواہ ہوں۔"وہ جھینپ رہی تھی۔

"وہ بس میرا۔۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"وہ آپ کے دوست تھے؟" وہ تیزی سے بات کاٹ گئی۔ وجیح نے اس کا یوں بات کاٹنا واضح محسوس کیا۔ احساس ہونے پر وہ ایک بار پھر شرمندہ نظر آتی تھی۔ "آئم سوری سر۔۔ مجھے یوں بات نہیں کاٹنی چاہیے۔" وہ مسکرا دیا۔ اس بھولی سی صورت پر مراد کا اتنے سال انتظار کرنا رائیگاں نہیں تھا۔

"وہ میرا فیملی میمبر ہے، مس حنانہ!" اس کے تاثرات دیکھنے کو وہ بے تاب تھا۔ نجانے وہ کیسا ری ایکٹ کرنے والی تھی۔ حنانہ نے کچھ آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا۔ کافی دیر کمرے میں خاموشی رہی۔ وہ زیرِ لب مسکرا رہا تھا۔ حنانہ کو لگا جیسے اس سے بہت بڑی غلطی ہو گئی ہو۔ مراد اعوان اور وجیح جہانگیر کے نام میں بھی تو کتنا فرق تھا۔۔ شاید وہ اس کے دور کا رشتے دار تھا۔ حنانہ کو بے حد شرمندگی ہوئی۔ "کیا اب میں کچھ پوچھ سکتا ہوں؟" اس سے بات کرنا اتنا برا نہیں تھا۔

"جی سر۔۔"

"آپ اتنا گھبراتی کیوں ہیں؟" عنقریب تھا کہ وہ ہنس پڑتا۔

"نہیں۔۔ میں تو نہیں گھبراتی۔" وہ جلدی جلدی اپنی صفائی میں بولی۔ "بس میں انہیں یوں اس دن دیکھ کر کچھ چونک گئی تھی۔ ہم کلاس میٹس رہ چکے ہیں۔"

"ویسے میں جانتا ہوں کہ مجھے یہ سب نہیں کہنا چاہیے لیکن۔۔" وہ ٹھہر سا گیا۔اپنے فیصلے کو دوبارہ سوچنے لگا کہ کیا اسے یہ کہنا چاہیے یا نہیں۔حنانہ اسے سن رہی تھی۔

"لیکن؟"

"لیکن کسی کو اتنا مت تڑپائیں کہ اس سے اس کا غرور چھین لیں۔" وہ دھیرے دھیرے بول رہا تھا تاکہ ایک ایک الفاظ کا اس پر اثر ہو۔حنانہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے بھی سب کچھ سمجھ گئی۔

"اس پر اتنا بوجھ نہ ڈالیں کہ اس کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہو جائے۔باقی میں نے سنا ہے کہ آپ بہت سمجھدار ہیں۔" وہ سگریٹ بجھا گیا۔حنانہ بھی پلٹ گیا۔اتنا تو وہ جان گئی تھی کہ مراد اعوان اور حنانہ کے بعد وجیح جہانگیر تیسرا شخص تھا جنہیں ان دونوں کے بارے میں سب معلوم تھا۔

---☆☆☆---

ایک رات زمل نے دوبارہ مائرہ کو کال ملائی تھی۔اعوان ہاؤس کا ماحول اس قدر خراب تھا کہ اس کی سانسیں گھٹنے لگی تھیں۔اب اس گھر کے نفوس ایک دوسرے سے کم ہی گفتگو کیا کرتے تھے۔لبنیٰ تائی کمرے کی ہو کر رہ گئی تھیں اس لیے رات کا کھانا زمل نے سنبھال لیا تھا۔آج کافی دنوں بعد وہ مسلسل ایک سی مصروف روٹین سے اس قدر تھک چکی تھی کہ دل

بھرا ہوا تھا۔اسے کھل کر سانس لینی تھی۔غازی بھی پتا نہیں کہاں غائب تھا۔ابی شاہ ویز کو لے کر بے حد پریشان تھے۔یہی وجہ تھی کہ شاہ ویز کے معاملے نے ابی کا دھیان مائرہ کی جانب سے ہٹا دیا تھا۔اس نے روز کی طرح حذیفہ کو ہوم ورک کے لیے بٹھایا تھا اور خود کمرے میں آگئی تھی۔کافی دیر بعد اس نے کال ملائی اور کھڑکی کی جانب آکر بیٹھ گئی۔باہر سے آتی ٹھنڈی ہوا اس کے چہرے کو چھوتی تسکین پہنچا رہی تھی۔

"گھر میں سب ٹھیک ہے۔"اس نے مائرہ کے پوچھنے پر بتایا۔اس کی تمام کالز ریکارڈ ہوتی تھیں۔"ابی بھی ٹھیک ہیں۔"اب وہ یہ نہیں بتا سکتی تھی کہ ابی نے شاہ ویز کی پریشانی میں کھانا پینا اور وقت پر دوا لینا کم کیا ہوا تھا۔"آپ دوائی لے رہی ہیں نا پھوپھو؟"

"کس کس مرض کی دوا لوں اب میں؟"وہ خود کی حالت پر ہنستے ہوئے بولیں تو کھانسی نے دخل دے دیا۔زمل نے گہری سانس بھری۔

"ڈاکٹر کے پاس نہیں جا سکتیں تو ڈاکٹر کو گھر بھی تو بلایا جا سکتا ہے نا پھوپھو۔"

"اس گھر میں صرف ایک شخص آتا جاتا ہے اور وہ جہانگیر خان ہے۔"انہوں نے پہلی بار کچھ واضح بتایا۔

"اچھا آپ مجھے بتا دیں آپ کو کیا کیا پریشانی ہے۔میں خود ڈاکٹر سے پوچھ لوں گی۔"

"اس کو بتانا مجھے دل میں تکلیف ہے۔ میرا دل دکھتا ہے وجیح کو سوچ سوچ کر۔۔اس کی دوا ہے تو بتائیے۔"

"پھوپھو اب آپ ایسی باتیں نہ کریں۔" وہ جھلائی۔ جانتی تھی کہ مائرہ باتوں کو گول کر رہی ہے۔ "ایک بات پوچھوں؟ آپ نے کہا تھا کہ جہانگیر اسے مار دے گا۔۔کیا وہ واقعی وجیح کو مار دیں گے؟" اس کو جھرجھری سے آئی تھی۔ دوسری جانب خاموشی چھا گئی۔۔ایک گہرا سکوت۔

"مارنے کے لیے ہتھیار کا سہارا لیا جائے ضروری تو نہیں۔۔زخم روح پر ہو تو بھی انسان مر جاتا ہے۔ کیا تمہاری وجیح سے بات ہوئی زمل؟"

"نہیں۔۔" اسے افسوس ہوا کہ وہ انہیں مطمئن نہ کر سکی۔ تھوک نگلتے ہوئے زمل نے آنکھیں میچ لیں۔

"وہ تمہاری کال نہیں اٹھاتا؟"

"آپ اس سے بات کیوں نہیں کرتیں؟" وہ کیا کہتی کہ کبھی اس نے وجیح کو خود ہی کال نہ کی؟ اس لیے خود ہی سوال پر سوال کر ڈالا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں اس کی آواز سنوں گی تو رو دوں گی۔۔میں رو دوں گی تو اسے بہت دکھ ہو گا۔میں اسے کیسے تکلیف دوں؟میں اسے تکلیف دینے کا کیسے سوچوں؟تم نے میرے بارے میں کسی کو نہیں بتایا نا زمل؟"بڑھتے دنوں کے ساتھ وہ ان کی حالت مزید ڈھلتی ہوئی محسوس کر رہی تھی۔

"میں آپ سے ملنے آؤں گی پھوپھو۔"اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"نہیں۔۔نہیں اگر جہانگیر نے۔۔"

"آپ فکر مت کریں۔۔میں ان سے کہوں گی کہ مجھے میری پھوپھو سے جدا نہ کریں۔مجھے بس ایک بار ملنے دیں۔میں آؤں گی۔میں ضرور آؤں گی۔"اس کے ارادوں میں مضبوطی تھی۔وہ ایک بار اپنی ماں جیسی پھوپھو کو دیکھنا چاہتی تھی۔اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ کسی دن یونیورسٹی کی واپسی میں خان ولا جائے گی اور اس نے ایسا ہی کیا۔غازی نے معمول کے مطابق اسے یونیورسٹی اتارا تھا۔اس دن وہ بارہ بجے تک فری ہو جاتی تھی۔اس نے آج غازی کو میسج نہیں کیا۔وہ خود ہی سمجھ جاتا کہ وہ آج یونی میں مصروف ہے یا ایکسٹرا ٹائم لے گی۔اس کی کال آنے پر اس نے غازی کو دو تین گھنٹے بعد آنے کا کہا۔لیٹ کلاس کا بہانہ کام کر گیا۔کیب آرڈر کر کے وہ سیدھا خان ولا پہنچی تھی۔جانے کیوں اسے ڈر لگ رہا تھا۔۔یہ وہی جگہ تھی جہاں

کھڑے ہو کر جہانگیر خان نے وجیح کو ذلیل کیا تھا۔پرانا وقت نگاہوں کے سامنے گھوم گیا تو سانس گھٹنے لگی۔اس نے بیل پر انگلی رکھ تھوڑا زور دیا۔چوکیدار نے اندر سے جھانکا تھا۔وہ اس کی نگاہیں پکڑ کر تھوڑی تذبذب کا شکار ہوئی۔

"میں زمل ہوں۔۔"اس نے خود ہی بتادیا تھا۔چوکیدار کچھ دیر اسے دیکھتا رہا اور اندر کی جانب چلا گیا۔دوسری جانب تو گویا خاموشی ہی چھا گئی تھی۔اسے یقین ہو گیا اسے اجازت نہیں ملے گی۔تھک ہار کر وہ دروازہ کے سائز پر نگاہ دوڑانے لگی۔آج گرمی پہلے سے زیادہ تھی۔وہ سفید رنگ کا کافی بڑا دروازہ تھا۔۔ارد گرد کیاریاں تھیں جہاں پھول کھلے تھے۔اس سفید بڑی عمارت کی ہر جگہ واہ واہ تھی۔اس محلے میں سب سے خوبصورت ولا جہانگیر خان کا مانا جاتا تھا۔دروازہ یکدم ہی کھلا تھا اور جہانگیر خان کے پرسنل گارڈ نے اسے اندر آنے کی راہ دکھائی تھی۔اس نے بیگ مضبوطی سے تھام کر اندر قدم رکھا۔وہ دھیرے دھیرے آگے بڑھ رہی تھی۔اسے خوف تھا کہ کہیں جہانگیر خان گھر پر نہ موجود ہو۔ہر سو خاموشی تھی۔لاؤنج میں داخل ہوتے ہوئے اس نے اخبار پلٹنے کی آواز سنی۔اس کا دل کچھ خوفزدہ ہوا۔صوفے پر بیٹھے جہانگیر خان اپنی آنکھوں کے آگے بڑا سا اخبار پھیلائے ہوئے تھے۔وہ ارد گرد مائرہ کی موجودگی تلاشنے لگی۔

"کمرہ اوپر ہے۔دائیں ہاتھ پر۔۔"جہانگیر خان کی آواز ابھری تھی۔اخبار اب بھی ان کی آنکھوں کے آگے تھا۔اس نے تیزی سے قدم زینے کی جانب بڑھائے۔وہ کوئی بھی وقت ضائع کیے بغیر کمرے کے باہر پہنچی۔ذرا سا دروازے پر دستک دے کر وہ جواب کا انتظار کرنے لگی۔

"آجاؤ۔"وہ مائرہ کی آواز تھی۔اس نے دروازہ کھولا۔کمرہ اندھیرے میں گھرا ہوا تھا۔ہلکی پیلا بلب جس کی روشنی نہ ہونے کے برابر تھی'اس کے نیچے مائرہ کا بیڈ تھا۔

"میں آگئی، پھوپھو۔"وہ دل سے پکارتی ہوئی اندر بڑھی۔دل اس وحشت زدہ ماحول میں ایک عجیب کیفیت سے گزر رہا تھا۔

"میری۔۔میری بچی۔۔"ایک کراہتی ہوئی لاغر آواز اس کے کانوں میں پڑی تھی۔اس نے ذرا سے پردے ہٹا کر کمرے کو کچھ روشن کیا تاکہ مائرہ کا چہرہ دیکھ سکے۔

"پھوپھو۔۔"اس نے پلٹ کر مائرہ پر نگاہ ڈالی ہی تھی کہ وجود ساکت رہ گیا۔وہ مائرہ نہیں تھی۔۔وہ مائرہ کیسے ہو سکتی تھی۔زمل کا دل میں ہول اٹھنے لگے۔وہ ایک بوڑھی عورت تھی جس کے چہرے کی جلد بڑی عمر کے باعث لٹک چکی تھی۔۔اس کے ہاتھ اور چہرے کی جلد ہڈیوں سے جا ملی تھی۔۔آنکھوں کے گرد گڑھے اس قدر واضح تھے کہ آنکھیں اندر گھس

چکی تھیں۔زمل کے تاثرات خطرناک حد تک خوفزدہ تھے۔وہ عورت اسے پہلی نظر اس قدر خوفناک لگی تھی کہ جی چاہا آنکھیں میچ لے اور کبھی نہ کھولے۔عنقریب تھا کہ وہ رو پڑتی۔۔ بلبلا جاتی۔۔تڑپ اٹھتی۔۔

"زمل۔۔"اس جانی پہچانی آواز پر وہ آگے بڑھی۔اس نے ان آنکھوں میں جھانکا جو اسے تک رہی تھیں۔ہاں وہ ہیزل رنگ۔۔ہاں وہ شناسا آنکھیں۔اس کی نگاہیں گویا جم سی گئیں۔ اسے لمحہ لگا بے قابو ہونے میں۔۔وہ مائرہ کا ہاتھ تھامتی نیچے بیٹھتی چلی گئی۔

"آپ نے۔۔آپ نے مجھے ایک بار بھی نہیں پکارا۔"اسے صدمہ پہنچا تھا۔اس نے آواز نہ کی تھی۔۔پھر بھی رخسار بھیگنے لگے تھے۔مائرہ ذرا سا مسکرائی اور اس کے چہرے سے آنسو صاف کرنے لگی۔

"کیسی ہو تم میری بیٹی؟"اپنے سامنے اسے پا کر ان کی طاقت گویا دوبارہ لوٹ آئی۔اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں سے تھام کر انہوں نے پیشانی ہونٹوں سے لگائی۔وہ دیوانہ وار کبھی اس کی پیشانی چومتیں، کبھی رخسار پر پیار کرتیں۔۔"تمہیں دیکھا تو ایسا لگا کہ اپنی اولاد کو دیکھ لیا۔ اب میں ٹھیک ہوں زمل۔۔میرے لیے پریشان نہ ہونا بیٹے۔یہ بس وجیح کی جدائی میں ایسی

ہوں۔۔میں ٹھیک ہوں۔۔بالکل ٹھیک!"کھلی کھڑکی کی روشنی میں زمل نے پہلی بار ان کا چہرہ اس قدر غور سے دیکھا۔

"وجیح کی جدائی نے آپ کو زخم بھی دے دیے؟"وہ یقیناً ایک سادہ جملہ نہیں تھا۔جانے کیا تھا اس کے لہجے میں۔۔مائرہ کو لگا وہ پکڑی گئیں۔مسکراہٹ سمٹ گئی۔پکڑے جانے کا خوف چہرے پر طاری ہونے لگا۔

"میں نے کہا تھا نا زمل تجھ سے۔۔کہا تھا نا مجھ سے ملنے مت آنا۔"اسے آہستہ آہستہ سب سمجھ میں آنے لگا۔مائرہ کا اسے منع کرنا اور ہر بات یوں ہی گھما دینا۔

"جہانگیر انکل نے آپ کو مارا۔"اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔وہ کھل کر رونا چاہتی تھی۔بستر کی چادر سلوٹ زدہ تھی۔ان کے ارد گرد پانی کا جگ بھی نہیں تھا۔'آپ نے کہا تھا میں آپ کی رازدار ہوں پھر بھی آپ نے مجھ سے چھپایا؟میں مراد چاچو سے کہوں گی۔وہ چھڑا لیں گے آپ کو!وہ بچا لیں گے پھوپھو۔۔"وہ بنا رکے بولتی جا رہی تھی۔اسے لگا اگر پل بھر بھی مائرہ کو وہاں چھوڑا تو آئندہ اس عورت کو کبھی نہیں دیکھ پائے گی۔

"تم کسی کو نہیں بتاؤ گی۔"وہ سختی تھی بولیں اور اسے اوپر بٹھایا۔"میری رازدار بنو گی نا زمل؟"

"میں۔۔میں کیسے خاموش رہوں گی۔" وہ رو پڑی۔

"تجھے رہنا پڑے گا زمل۔۔میرے لیے۔۔وجیح کے لیے۔۔اسے کچھ نہیں پتا چلنا چاہیے۔وہ ملے تو کہنا میں ٹھیک ہوں۔ جیسی ہوتی ہوں ویسی ہی ہوں۔۔یہ نہ کہنا کہ خوش ہوں۔وہ سمجھ جائے گا۔وجیح سب سمجھتا ہے۔وہ سب جان لیتا ہے۔میرے بیٹے کو مرنے مت دینا زمل۔" انہوں نے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں سے تھاما۔"تو وجیح کو مرنے مت دینا۔میرا بیٹا مر جائے گا۔اگر تم نے ایسا کیا تو تم ایک ماں سے اس کی اولاد کو ملوانے کی امید ختم کر دو گی۔" وہ بار بار اس کی نظروں سے نظر ملانے کی کوشش کرتی رہیں۔"مجھے دیکھو۔۔مجھے۔۔میری آنکھوں میں، زمل۔" زمل نے بڑھ کر مائرہ کو گلے لگا لیا۔کمرے میں ہلکی ہلکی سسکیاں گونجتی رہیں۔ وہ رو رہی تھی اور مائرہ اس کی کمر سہلا رہی تھیں۔

"کیوں گزارنا چاہتی ہیں آپ یہ اذیت بھری زندگی؟" آج بھلے جسمانی تکلیف زیادہ تھی مگر دل کو کچھ تسکین پہنچی تھی۔وجیح پاس نہیں تھا۔اس کی پسندیدہ چیز تھی جس کا لمس وہ محسوس کر سکتی تھیں۔

"وہ شخص میرا فیصلہ ہے زمل۔۔وہ فیصلہ جس کے لیے میں ہر بغاوت کر گئی۔ایسا فیصلہ جس پر مجھے یقین تھا کہ اگر اعوان ہاؤس سے قطع تعلق مقدر بنی تو بھی یہ شخص میرا ہر غم دور

کر دے گا۔ایسا فیصلہ زمل' جس نے مجھے غرور دیا۔۔ایسا فیصلہ زمل جو میرے زوال کی وجہ بن گیا۔" وہ ٹھہر گئیں۔زمل ابھی بھی ان کے کندھے پر سر ٹکائے ہوئی تھی۔وہ شاید ان کا لمس کچھ اور دیر محسوس کرنا چاہتی تھی۔

"ابی آپ سے کبھی نہیں پوچھیں گے۔ان ماضی کی غلطیوں کو دہرانا ہی کون چاہے گا پھوپھو۔"

"مجھے اپنے فیصلے کو بھگتنا ہے۔اس بات کا تہیہ میں کافی سالوں پہلے کر چکی ہوں۔تم مجھ سے ملنے آئی' مجھے بہت اچھا لگا۔میں شاید بتا بھی نہ سکوں کہ میں کتنی خوش ہوں۔تم بھول جاؤ میں نے جو کہا۔۔بس یاد رکھنا! تمہاری پھوپھو ایک بدلہ اتار رہی ہیں۔۔ایک ایسا بدلہ جو طلب تو نہیں کیا گیا مگر اب وقت آگیا ہے کہ اسے اتار دیا جائے۔ایک احسان کا بدلہ۔۔تم کیسی ہو؟ اور حذیفہ؟ وہ کیسا ہے؟ غازی اور شاہ ویز کیسے ہیں؟ ان سے کہنا کہ پھوپھو انہیں یاد کرتی ہے۔" وہ بولتی جا رہی تھیں اور زمل ان کے ہاتھ اور چہرے کے زخم دیکھ رہی تھی۔

"فرسٹ ایڈ باکس کہاں ہے؟ ملازمائیں نظر نہیں آ رہیں؟" وہ ادھر ادھر درازوں میں باکس ڈھونڈنے لگی۔

"جہانگیر کی موجودگی میں ملازمہ کھانا لگانے کے علاوہ سامنے نہیں آتی۔وہ کوارٹر میں بھجوادی جاتی ہیں۔" وہ دھیرے دھیرے بتا رہی تھیں۔اسے سائیڈ میز سے فرسٹ ایڈ باکس ملا تھا۔اس نے جلدی سے دوائی نکالی اور آرام سے لگانے لگی۔

"آپ نے کیا کھایا صبح سے؟اور طبیعت خراب تھی نا آپ کی۔ڈاکٹر کو ابھی تک نہیں بلوایا؟ میں اگلی بار ڈاکٹر کو خود آپ کی حالت بتا آؤں گی۔وہ جو دوائیاں لکھ کر دے گا وہ بھی ساتھ لے آؤں گی۔آپ کو اپنا خیال رکھنا ہے پھوپھو۔ کبھی تو انکل کا دل پگھلے گا، کبھی تو وہ جیج پلٹے گا۔" وہ کس قدر پرامید تھی۔مائرہ پھیکی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے اس کا چہرہ تک رہی تھیں۔کاش وہ بھی اتنی پرامید ہو پاتیں مگر افسوس! اتنے سال جہانگیر کے ساتھ گزار کر وہ اس شخص کی رگ رگ سے واقف تھیں۔وہ اس زخم کو دیکھنے لگیں جس پر زمل کتنے پیار سے مرہم لگا رہی تھی۔۔وہ کس قدر لاعلم تھی نا۔۔اسے علم نہیں تھا کہ اس جسم کو صرف ٹھوکروں کی عادت ہے۔دوائیاں اب اثر نہیں کرتیں۔وہ حیران تھیں کہ جہانگیر نے زمل کو آنے کی رضامندی کیسے دے دی۔یہ اس شخص کا اب کون سا نیا کھیل تھا۔

"مجھ سے وعدہ کرو۔۔مجھ سے کہو کہ ہر وہ زخم جو تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ہر وہ بات جو میرے منہ سے نکل کر تمہارے کانوں تک پہنچی تمہارے پاس راز رہیں گی۔یاد ہے میں

نے تمہارے لیے ایک بار چیری کیک بنایا تھا۔۔ایک بہت عام سا چیری کیک۔۔تم پھر بھی اتنی خوش تھی کہ وہ پوری شام میں نے تم پر خرچ کی۔تم نے کتنی بے دھیانی میں کہا تھا کہ تم اس محبت کو کسی نہ کسی طرح چکاؤ گی۔۔"وہ اس کا چہرہ سفید کر گئیں۔زمل کا دماغ بھک سے اڑا۔وہ جان گئی مائرہ کیا کہنے والی تھی۔"تم میرا مان رکھو گی۔۔میرے راز کا پاس رکھو گی۔ کسی بھی طرح!بھلے اسے قرض سمجھ کر چکاؤ۔۔خاموش رہ کر۔۔لب سی کر!اس خاموش کمرے میں مجھ سے وعدہ کرو کہ جب تک میرے جسم میں روح ہے'یہ راز تمہارے اندر دفن رہے گا۔۔"ایک لمبی بھیانک خاموشی چھا گئی۔اس کے کان سائیں سائیں کرنے لگے۔ اسے سمجھ ہی نہ آیا کہ مائرہ اس سے وعدہ لینے پر اتنی پر زور کیوں تھیں۔"تم کبھی وجیح کو میرا حال نہیں سناؤ گی۔مجھ سے وعدہ کرو۔"اس کا سر سن ہو رہا تھا۔"مجھ سے وعدہ کرو زمل!تم ویسا کرو گی جیسا میں کہہ رہی ہوں۔تم تو کر سکتی ہو نا وجیح سے بات۔۔اگر کبھی ملاقات ہو تو کہنا کہ اس کی اماں بہت اچھی ہیں۔خوش رہنا سیکھ گئی ہیں اور اس کے لیے دعا کرتی ہیں۔"ان کی آنکھیں سرخ تھیں۔زمل کا چہرہ آہستگی سے اثبات میں ہلنے لگا۔سکون کی ایک لہر تھی جو مائرہ کے وجود میں دوڑی تھی۔وہ مسہری سے ٹیک لگا کر دوبارہ لیٹ کر آنکھیں موند گئیں۔ زمل اٹھ کھڑی ہوئی۔اضطرابی میں ارد گرد نظروں سے جانے کیا ٹٹول رہی تھی۔اس نے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

فرسٹ ایڈ باکس بند کی اور دراز میں رکھ دیا۔ وہ پھر یوں بے چین کھڑی ہو گئی۔ کچھ سمجھ ہی نہ آیا کہ کیا کرے۔۔ نظر وقت پر پڑی تو احساس ہوا کہ غازی کو یونی پہنچنے میں صرف آدھا گھنٹہ بچا تھا۔

"میں چلتی ہوں پھوپھو۔ دوبارہ جلد آؤں گی۔" اس نے اپنا بیگ اٹھایا اور ان کی پیشانی چومتی ہوئی تیزی سے باہر نکلی۔ کیب بک کروادی تھی۔ نیچے اترنے پر جہانگیر خان ویسے ہی بیٹھے تھے۔

"مل لی اپنی پھوپھو سے؟" اب کی بار اخبار آنکھوں کے سامنے نہیں تھا۔ وہ کچھ گھبرائی۔

"جی۔۔" اس نے جھجک کر جواب دیا۔ "شکریہ آپ کا۔۔" وہ جانتی تھی کہ انہیں سب خبر ہے۔

"اس احسان کو چکاؤ اور اعوان ہاؤس کو اپنی پھوپھو کا حال سناؤ۔" ان کے لبوں پر جلی ہوئی مسکراہٹ تھی۔ "وجیح سے بات تو ہوتی ہو گی۔"

"نن۔ نہیں۔۔ نہیں ہوتی۔۔" وہ آنکھیں نہیں ملا پائی۔

"ایسا بھی بھلا ممکن ہے؟ تمہارے بارے میں سوچتا تو ضرور ہو گا۔ حسن سے محبت صرف ہم نے نہیں کی۔ ہر مرد کرتا ہے۔۔ اور تم بھی تو اس کے لیے بہت خوبصورت ہو۔ تمہارے

لیے تو وہ کچھ بھی کر دے گا۔" وہ مکروع ہنسی ہنس رہے تھے۔اسے اس وقت جہانگیر خان شدید گھناؤنے محسوس ہوئے۔"اسے ضرور بتانا اس کی ماں کے بارے میں۔۔بیٹا ہے اس کا' محروم نہ کرنا اسے۔" وہ جواب تک یہ وجہ جاننے کی تلاش میں تھی کہ جہانگیر خان سے اسے اندر آنے کی رضامندی کیسے دی' آہستہ آہستہ تمام باتوں سے پردہ اٹھنے لگا۔وہ لڑکی تھی۔۔اعوان ہاؤس کے مردوں کے مقابلے میں کمزور تھی۔وہ یہاں تھی تو انہیں کوئی خطرہ نہیں تھا۔۔اور اب وہ یہاں سے جا کر وجیح کو بتائے گی تو وہ ہر اس شخص کو تکلیف کی آگ میں جلتا دیکھ کر مزے لوٹیں گے جن کا سیدھا تعلق اس کمرے میں پڑی عورت سے تھا۔"بتایا تھا مجھے چوکیدار نے۔۔تم کیب سے آئی تھی؟ گھر کی لڑکی ہو' میں ڈرائیور سے کہتا ہوں تم جہاں چاہو گی وہ اتار دے گا۔" انہوں نے اپنے گارڈ کو آواز دے کر ڈرائیور سے گاڑی نکالنے کو کہا تھا۔زمل کا دل لرز رہا تھا۔وہ لڑکھتے قدموں سے گاڑی کی سیٹ پر بیٹھی تھی۔وقت بڑھ رہا تھا۔دس منٹ میں ڈرائیور نے اسے یونیورسٹی اتار دیا تھا۔ابھی وہ اندر ہی بڑھ رہی تھی جب غازی نے پیچھے سے ہارن بجایا۔اس نے تیزی سے پلٹ کر دیکھا۔وہ کچھ دور سے آرہا تھا۔اس کی گاڑی کا ہارن کچھ مختلف تھا۔۔وہ ہمیشہ اسے دور سے پہچان لیتی تھی۔اسے خود کو نارمل ظاہر کرنا تھا۔ایک گہری سانس بھرتے ہوئے وہ گاڑی کی جانب بڑھ گئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

---☆☆☆---

اگلے دو دن بہت مصروف گزرے تھے۔وہ آج کافی دنوں بعد قاسم کے ساتھ لنچ کرنے آفس سے نکلا تھا۔مین یونیورسٹی روڈ سے کچھ آگے ایک کافی بڑا ریسٹورینٹ تھا۔

"دیکھ لو۔۔اب یہ ڈیل ہاتھ سے نہیں جانی چاہیے۔پہلے ہی بہت نقصان کر بیٹھے ہیں ہم اپنا۔۔" قاسم ڈرائیو کر رہا تھا۔وجیح کی نظر موبائل پر جمی تھیں۔وہ جاوید اینڈ سنز کی نیو پوسٹس دیکھ رہا تھا۔"کیا دیکھ رہے ہو؟" قاسم اسے اسکرالنگ کرتا ہوا دیکھ کر بولا۔

"دیکھ رہا ہوں جاوید اینڈ سنز والوں نے کس کے ساتھ ڈیل کی ہے۔"اس نے موبائل بند کر کے ڈیش بورڈ پر رکھ دیا اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔

"جانے دو۔۔اب اسے کیا لے کر بیٹھنا۔تمہارے ابا حضور بھی تو۔۔"وہ روانی میں بولتے بولتے ٹھہرا۔قاسم نے اس کا چہرہ دیکھا۔وجیح کے چہرے کے تاثرات کچھ سخت ہوئے۔

"مطلب جہانگیر صاحب بھی تو ہاتھ دھو کر ہر چیز کے پیچھے پڑے ہیں۔"

"ہم کہاں جا رہے ہیں؟تمہارے ساتھ باہر نکلنے کا فیصلہ ہی غلط تھا۔بلاوجہ دو تین گھنٹے یوں ہی ضائع کرواؤ گے۔"اس کی پیشانی پر بل پھیلے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میری پیاری دوشیزہ، اتنا ناراض ہونے کی کیا بات ہے۔ اتنی مشکل سے میرے ساتھ باہر آئے ہو' میں موقع نہیں گنوا سکتا۔" اس نے گاڑی ایک بڑے ریسٹورینٹ کے آگے روکی تھی۔ وہ ایک بڑا ریسٹورینٹ تھا جو شاید نیا کھلا تھا۔

"کیا یہ نیا کھلا ہے؟ پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

"ہاں۔۔ کھانا سنا ہے کافی مزیدار ہے۔ ٹرائی کرنا تھا تو سوچا تمہارے ساتھ کیوں نہیں۔۔" قاسم مسکراتا ہوا اس کے ہمراہ اندر بڑھا تھا۔ کافی دنوں بعد اس نے پراپر کھانا منگوایا تھا۔ اس سے قبل وہ کتنے ہی مہینوں سے بریڈ، جیم، کافی یا پھر سینڈوچز پر گزارا کر رہا تھا۔ ایک ہفتے میں ایک بار مارٹ جاتا اور فروزن آئٹم لے آتا تھا۔ دل اب کہیں بھی نہیں تھا۔۔ کھانا اس لیے بھی کھانا تھا تاکہ زندہ رہ سکے۔ "تم میرے نکاح پر آؤ گے نا؟" قاسم اسے پچھلے دو دنوں سے یہی سوال پوچھ رہا تھا۔

"میرے پاس وقت نہیں قاسم۔۔ تم جانتے ہو میں آج کل کتنا مصروف رہتا ہوں۔ آفس سے گھر، گھر سے آفس بس یہی دو چیزیں میری زندگی کا حصہ بن گئی ہیں۔۔ یا پھر جم کا ایک چکر لگا لینا۔"

"اسی لیے میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے زون سے باہر آؤ۔۔ تھوڑی دیر کے لیے ہی سہی مگر میں تمہاری موجودگی کی توقع رکھتا ہوں۔" وہ بول رہا تھا وجیح کچھ اکتا کر ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ بلیک ڈریس پینٹ اور بلیک بٹن والی شرٹ میں وہ یہاں سب سے منفرد لگ رہا تھا۔ نگاہ گھومتی گھومتی ایک چہرے سے ٹکرائی اور گویا اس پر جم سی گئی۔ اس کی سانسیں اٹکنے لگیں۔ وہ کھلکھلاتا چہرہ اس کی آنکھوں میں سما گیا۔ نظروں کی نرماہٹ قاسم واضح محسوس نہ کر سکا۔ وجیح کو لگا جیسے وقت تھم گیا ہو۔ وہ اپنے کانوں میں پہنے جھمکوں میں انگلی گول گول گھماتی 'اپنی دوست کی بات پر مسکرا رہی تھی۔ لمحوں میں وہ تمام غم اور اذیت بھول گیا۔۔ وہ حالات بھول گیا جو اس کے مزاج کو سخت کر گئے تھے۔ ڈسٹی پنک رنگ کے تھری پیس سوٹ میں وہ پہلے سے کہیں زیادہ حسین لگ رہی تھی۔۔ یا شاید یہ اس کی نگاہوں کا کمال تھا کہ جس نے ارد گرد کی دنیا کو بے رنگ کر دیا تھا۔ وہ اسے تک رہا تھا۔۔ یا شاید اس میں کھو گیا تھا۔ "تم آؤ گے نا؟" قاسم کی آواز کا دعوت نامہ بھی اب اتنا برا نہیں لگ رہا تھا۔

"میں آؤں گا۔" وہ سیدھا ہو کر بیٹھا اور زمل اعوان کو دیکھنے سے کترانے لگا۔ وہ نگاہوں سے کافی دور سہی تھی مگر دل کے بہت قریب تھی۔ وجیح نے تھوک نگل کر اسے ترچھی نگاہوں سے ایک بار پھر دیکھا۔ اس کے سامنے جوس کا گلاس تھا اور برابر سیٹ پر ہینڈ بیگ۔۔ کیا زمل

اسے دیکھتی تو پہچان پاتی؟ وجیح نے خود کو وال پر لگے شیشے میں ایک نظر دیکھا۔ بکھری ہوئی بیرڈ اچھی خاصی بڑھ چکی تھی اور بال پہلے سے کافی لمبے تھے۔۔اتنے کہ وہ چند دنوں سے نیچے ایک چھوٹی پونی بھی باندھ رہا تھا۔اس پر یہ لک کافی اچھا لگ رہا تھا مگر کچھ تھا کہ وجیح کو اب اپنا آپ اچھا نہیں لگتا تھا۔شاید وہ اسے کبھی نہ پہچان پائے گی۔۔کم از کم اس حلیے میں تو بلکل نہیں۔۔اس کے کبھی اتنے بڑے بال نہیں ہوئے اور نہ کبھی اتنی بیرڈ اس نے بڑھنے دی۔وہ ہمیشہ خود کی ڈائیٹ اور لکس پر نظر رکھتا تھا۔دن میں ایک بار سے زیادہ کافی نہیں پیتا تھا کیونکہ وہ پہلے ہی انسومنیا کا شکار تھا۔۔وقت اب بالکل مختلف تھا۔اب اس نے دن میں کافی کے مگز گننا چھوڑ دیے۔یہی وجہ تھی کہ رات رات بھر آنکھیں ایسی کھلی رہتیں گویا نیند کا کچھ پتا نہیں۔اس کی انگلیوں میں اب دوا انگھوٹیاں بھی ہوا کرتی تھیں۔کھانا آچکا تھا۔پہلا لقمہ لیتے ہوئے اسے اچانک ماں کا خیال آیا تھا۔یقیناً وہ اس کا انتظار کرتی ہوں گی۔۔اسے اپنے حال پر یکدم ہی ترس آیا۔زندگی میں پہلی بار وہ اس قدر بے بس تھا کہ تمام راستے بند نظر آتے تھے۔

"میں تمہارا انتظار کروں گا۔میرے اکلوتے دوست ہو تم! میں کیسے تمہاری موجودگی کا طلبگار نہ ہوں؟" ہاں وہ صحیح کہتا تھا۔۔وجیح نے ایک نظر قاسم کے پیچھے کچھ دور اس لڑکی کو

دیکھا جو ایک جانب بنے بک شیلف کی تصویر اتار رہی تھی۔ وہ مر جاتا مگر کبھی اس کے سامنے جا کر کھڑا نہ ہوتا۔ وہ ہر اس شے سے خود کو دور کر گیا تھا جو اس کی کمزوری تھی۔۔ کسی بھی چیز کے آگے اب وہ مزید کمزور نہیں ہو سکتا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد فوراً ہی قاسم کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ بھی اٹھ چکی تھی۔ وہیج نے اسے پھر نہ دیکھا۔ وہ گاڑی کی جانب بڑھ چکا تھا۔ اتنا اسے معلوم تھا کہ وہ بیگ پہنی ہوئی تھی۔ کم از کم وہ اس ریسٹورینٹ میں اب دوبارہ نہیں آنے والا تھا۔ یہ اتفاق اس کے نزدیک بالکل بھی خوبصورت نہیں تھے۔

---☆☆☆---

"یہ تمہارے لیے۔۔" ایک چائے کا کپ تھا جو مراد نے شاہ ویز کی جانب بڑھاتے ہوئے میز پر رکھا تھا۔ رات کے تین بج رہے تھے۔ شاہ ویز اس کی موجودگی محسوس کرتے ساتھ ہی اٹھنے لگا تھا جب مراد نے اسے روکا۔ "ایسے مت اٹھو یار۔ میں پہلے ہی بہت شرمندہ ہوں۔" وہ واقعی شرمندہ نظر آتا تھا۔ شاہ ویز گہری سانس بھر کر دوبارہ بیٹھ گیا۔

"کیوں آئے ہو؟ میری بے بسی کا تماشا دیکھنے؟ یا یہ دیکھنے کہ میں اندر ہی اندر کیسے مر رہا ہوں؟" کوئی اس تکلیف کا ازالہ نہیں کر سکتا تھا جو اس کے دل کو پہنچی تھی۔ وہ خفا نہیں تھا۔۔ اس دھوکے نے اسے سب سے متنفر کر دیا تھا۔

"میں نہیں جانتا یہ کیا ہوا ہے شاہ۔۔میں نہیں جانتا۔مجھے علم نہیں تھا کہ ایسا کچھ ہو جائے گا۔ مجھے لگا تھا بھابھی اپنی دوست سے ملنے جانا چاہتی ہیں۔مجھے ایسا علم بھی ہوتا تو میں کچھ بھی غلط ہونے سے پہلے اسے روک دیتا۔کیا تمہیں ایسا لگتا ہے کہ میں اتنا گھٹیا ہو سکتا ہوں؟تم لوگوں کو اپنے سامنے بڑا ہوتا دیکھا ہے۔ہمیشہ اچھا سوچا،ہمیشہ اچھا چاہا۔۔کیا میں نہیں چاہتا تھا کہ تم رباب کو عزت سے رخصت کروا کر لاؤ؟"اس کا لہجہ ٹھہرا ہوا تھا۔شاہ ویز خاموش تھا۔سر کرسی کی پشت پر ٹکا کر وہ خالی سیاہ آسمان کو تک رہا تھا۔

"میری زندگی کا کوئی مطلب نہیں ہے۔میں تھک چکا ہوں۔"اس کی آنکھیں بے حرکت ایک ہی نقطے پر ٹکی تھیں۔

"ناامیدی کی باتیں کیوں کرتے ہو؟"غازی کی آواز بہت قریب سے ابھری تھی۔وہ یقینا اتنی رات کو باہر سے آیا تھا۔مراد نے ایک گہری سانس بھر کر اسے کرسی پر بیٹھتے دیکھا۔

"کیا بچا ہے اب؟میں نے اس سے اتنی محبت کی،جتنی اگر تم کسی عورت سے کرتے نامراد،تو ساری زندگی اس کے انتظار میں رہتے۔۔اس لاحاصل کو کسی وقت پانے کی امید میں خود کو زندہ بھی رکھتے اور پرامید بھی۔۔"آج اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔یہ دن بس گزر رہے تھے۔۔مراد نے شاہ ویز کو سرعت سے دیکھا۔جانے کیا تھا اس کی نگاہوں میں کہ شاہ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ویز نے جواباً اُس سے نگاہیں ملائی۔ مراد کو لگا وہ پکڑا جائے گا۔اس نے نگاہیں دوسری جانب گھمالیں۔

"ہم سب مل کر ٹھیک کر دیں گے۔" وہ بمشکل بولا تھا۔

"شادی کر رہی ہے وہ۔۔" یہ کہتے ہوئے شاہ ویز نے خود کو بمشکل سمیٹا تھا۔اسے یہ خبر اس کی کلاس میٹ حرا نے بھی سنائی تھی جو رباب کی سہیلی تھی۔"اور میں اسے ایسا ہونے نہیں دوں گا۔"اس کی آنکھیں سرخ تھیں۔مراد کو اس کے ارادوں نے خبردار کیا۔

"تمہارا دماغ خراب ہو چکا ہے۔"اس کے ماتھے پر بل تھے۔"کیا کرو گے؟اس کی شادی والے دن ہنگامہ کھڑا کر دو گے؟اس کا تماشہ بناؤ گے؟"

"وہ شادی کر رہی ہے مراد!"اس بار وہ چیخا تھا جیسے احساس دلانا چاہ رہا ہو۔"اور وہ لڑکا میں نہیں ہوں۔۔"اس نے ایک ایک لفظ پیس کر ادا کیا۔وہ آنکھیں پھاڑ کر مراد کو گھور رہا تھا۔

"دماغ خراب ہو چکا ہے تم سب کا۔۔کیا ٹھیک کرو گے؟تمہاری یہ وردی شاید اصل زندگی میں بہت کچھ ٹھیک کر سکتی ہے مراد، مگر مجھے دکھ ہے کہ یہ دل کے معاملات نہیں سلجھا سکتی۔اسے افسوس ہے کہ اس نے مجھ سے محبت کی۔تم لوگوں کے لیے سب کہنا آسان ہے۔تم، زمل، ابی سب ایک جیسا ہی تو سوچتے ہو کہ ایک دن سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس کا لہجہ کڑوا ہوا۔"اور کون سا تماشہ؟جو میری ماں نے جا کر اس کا تماشہ لگایا وہ؟میں تم لوگ جیسا نہیں ہوں۔محبت میں ہمیشہ سب سے پہلے عزت کا مقام آتا ہے۔میں اس سے ابھی نفرت بھی کرتا تو عزت کرنا نہ چھوڑتا۔۔"غازی کو لگا شاہ ویز کی آنکھوں میں خون اتر آئے گا۔مراد کو اس کا یوں وردی پر بات کرنا اچھا نہیں لگا۔

"کیا کرو گے تم؟"غازی پر سکون تھا۔ماحول میں ایک لمبی خاموشی چھا گئی۔شاہ ویز اضطرابی میں اپنا گھٹنا بار بار ہلا رہا تھا۔

"میں جانتا ہوں وہ جھوٹ کہتی ہے۔میں نے اس سے پوچھا تھا کہ کیا وہ خوش ہے اور اس نے کہا تھا کہ مجھ سے دور رہ کر وہ زیادہ خوش ہے۔وہ جھوٹ کہتی ہے۔۔میں نہیں مان سکتا ہے وہ خوش ہے۔کسی طور ایسا ممکن نہیں۔۔اس کے باپ نے جس کے ساتھ اس کا رشتہ طے کیا ہے'وہ ایک نمبر کا فلرٹ ہے۔سینئر رہ چکا ہے ہمارا۔۔بہت قصے کہانیاں مشہور ہیں۔جانے کن کن لڑکیوں کے ساتھ اس کا افئیر تھا۔وہ اسے بالکل پسند نہیں کرتی۔"رات کی تاریکی میں دور ایک ہلکا بلب جل رہا تھا۔

"تمہیں گریجویٹ ہوئے کتنا ٹائم ہو گیا ہے تو اس لڑکے کو کتنا ہو گیا ہو گا۔۔اور پھر ہو سکتا ہے وہ اب سدھر گیا ہو؟"غازی نے بے دھیانی میں کہتے ہوئے دونوں کو باری باری دیکھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

شاہ ویز اسے خونخوار نگاہوں سے گھور رہا تھا جبکہ مراد نے ہنسی دبالی تھی۔"ارے نہیں مطلب میں۔۔"غازی کچھ گھبرایا۔"میں ویسے ہی کہہ رہا تھا۔"

"تمہارے لیے بہتر ہو گا کہ اپنا منہ بند رکھو۔"شاہ ویز نے اسے تنبیہ کی تھی اور وہ کندھے اچکا کر رہ گیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔"

"کیا ہی کر سکتے ہو؟ کیا اس لڑکے کو مارو گے؟ اور اگر اس نے پولیس کمپلین کروائی تو سلاخوں کے پیچھے بھی ہو سکتے ہو۔پاگل مت بنو۔"مراد نے چائے کا آخری گھونٹ بھر کر مگ میز پر رکھا۔

"تم اور تمہاری وردی کیا میری اتنی بھی مدد نہیں کر سکتے؟"شاہ ویز نے اس کی طرف طنزیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"مجھے سائیڈ کریکٹر بننے کا کوئی شوق نہیں۔۔کچھ عقل والا منصوبہ بناؤ۔جب میں کہہ رہا ہوں سب ٹھیک ہو جائے گا تو یقین کیوں نہیں کرتے؟ زمل ہماری مدد کر سکتی ہے۔اس کے گھر ایک بار پھر جایا جا سکتا ہے۔ہمیں جھکنے میں کوئی مسلہ نہیں۔۔معافی مانگ سکتے ہیں ہم! کل

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہی میں اس موضوع پر زمل سے بات کرتا ہوں۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا اور نجانے کیوں شاہ ویز کے دل میں ایک امید جاگ چکی تھی۔

"لیکن۔۔" وہ کچھ لمحے کو ٹھہرا۔ "تمہیں ایسا لگتا ہے کہ یہ آسان ہے؟ وہ یونہی معاف کر دیں گے اور ماضی سب بھلا دیں گے؟" اسے خدشہ تھا۔۔ خوف تھا۔۔ مراد کو اس کے سوال کا جواب نہ بنا۔

"میں نہیں جانتا، بس اتنا جانتا ہوں کہ وہ اس گھر میں ہی آئے گی۔" مراد اندر بڑھ چکا تھا۔ جانے اس کے دماغ میں کیا چل رہا تھا۔ اسے لبنیٰ کا پھیلایا ہوا رائتہ خود سمیٹنا تھا۔

---☆☆☆---

اس نے اگلے دن ماں کے موبائل پر کال لگائی تھی مگر وہ جانتا تھا کہ اٹھائی نہیں جائے گی۔ وہ گہری سانس بھرتے ہوئے دیوار کو تکتا چلا گیا۔ آج موسم پچھلے دنوں کے مقابلے میں گرم تھا۔ کھڑکی سے اندر آتی دھوپ کی شعاعیں اس کی آنکھوں کو چھپ رہی تھیں۔ اس کے سامنے ایک مگ رکھا تھا جس میں موجود مشروب شاید چار گھنٹے پرانا تھا۔ وہ سوچنے لگا اس کی منزل کیا ہے۔۔ اختتام کیا ہے۔۔ وہ کبھی مغرور شخصیت کا مالک نہیں رہا۔ وقت نے اس کا سر مزید نیچے جھکا دیا تھا۔ سب جھوٹ تھا۔ کیا مکافاتِ عمل کی چکی بھی کوئی چیز تھی؟ اس کا

اعتبار نہیں رہا۔اسے معلوم تھا۔۔اس نے دیکھا تھا۔۔غلط کہتے ہیں کہ برے کے ساتھ برا اور اچھے کے ساتھ اچھا ہوتا ہے۔غریب، بے بس اور لاچار کو امید کا دامن تھمانے کا یہ انداز بھی نرالا تھا۔اس نے ظالم کو ہمیشہ خود پر مسلط ہی دیکھا تھا،ماں کو ہمیشہ دبتے اور مار کھاتے ہی دیکھا اور پھر اسے سبق پڑھایا جاتا رہا کہ مکافاتِ عمل کی چکی بہت باریکی سی پیستی ہے۔شاید مکافاتِ عمل کوئی چیز ہی نہیں تھی۔۔مظلوم ایسے ہی مر جاتا ہے اور طاقت ور ہمیشہ حاوی رہتا ہے۔جو غلط کرتا ہے وہ اس دنیا میں پکڑ میں نہیں آتا اور جو سیدھے راہ پر چلنے کا عزم کرتا ہے'اسے لوگوں کے کٹے جلے جملے کھا جاتے ہیں۔وہ سوچنے لگا بھلا اس کے باپ پر بھی کوئی برا وقت آسکتا ہے؟ایک ایسا شخص جس کے کردار کی آلودگی سے بدبو اٹھتی ہو اور اس کے غلیظ ارادوں سے کراہیت محسوس ہوتی ہو۔۔جس کا دوسرا اور جھوٹا چہرہ لوگوں کی خدمت کرتا ہو اور ان سے تعریفیں وصول کرواتا ہو۔۔جس کے بے تحاشہ ووٹرز ہوں اور دنیا اس کے پیچھے بھاگتی ہو۔۔ایک ایسا شخص جو یقین دلاتا ہو کہ ملک کے جوان اس کی اپنی اولاد جیسے ہیں اور لوگ اس سے متاثر ہوتے ہوں۔کیا لوگوں کو معلوم تھا کہ جہانگیر خان اپنی اولاد کے ساتھ کیسا تھا؟وہ جھوٹا نہیں تھا۔۔وہ جھوٹ نہیں کہتا تھا۔ملک کے جوان اس کے لیے اس کی اولاد جیسے ہی تھے۔۔یعنی وہ ان کے مستقبل کے بارے میں بھی وہی ارادے رکھتا تھا جو اس

نے اپنے بیٹے کے مستقبل کے لیے کیا۔۔وہ مسکرادیا۔جانے کیوں وہ مسکرادیا۔پھر ہنس بھی پڑا۔عجیب پاگل تھا'خود پر ہنس رہا تھا۔کاش لوگ کسی شخص کا کردار جان پاتے۔۔کاش لوگوں کا کردار لوگوں کے نزدیک آنے سے معلوم پڑتا۔پھر آدمی کی چال بازی اور مکاری اس کے بدن سے اٹھتی بدبو سے پہچان لی جاتی ارا گر ایسا ہوتا تو جہانگیر خان بھی سلاخوں کے پیچھے ہوتا۔۔مگر برے لوگ کے پاس سے اکثر خوشبو اٹھا کرتی تھی۔وہ جانتا تھا اگر کسی کے ساتھ برا ہو گا تو وہ مائرہ اعوان تھی۔۔اگر کوئی اس چکی میں پسے گا تو وہ وجیح خان تھا۔جہانگیر خان جیسے لوگ اکثر خوشحال زندگی بسر کرتے تھے۔یہ مکافات عمل شاید انسانوں کا بنایا الفاظ تھا۔اس کا دل بیٹھا جارہا تھا۔جانے کیوں وہ ماں کو ہی سوچتا چلا گیا۔آج یہ خیال پچھلے ہر خیال پر حاوی تھا۔

"مراد۔۔"اس نے مراد کو کال ملائی تھی۔دوسری جانب سے آواز ابھری تھی۔"میں چاہتا ہوں تم کوشش کرو۔۔ایک بار۔۔"اس کا لہجہ مضبوط تھا۔انگلیاں کانپ رہی تھیں مگر لہجے میں ہمت بھرپور تھی۔مراد جانتا تھا اسے کیا کرنا ہے۔خشک لبوں ہر زبان پھیرتے ہوئے وجیح نے سگریٹ ہونٹوں کے درمیان دبائی۔یکدم ہی اسے ڈر لگنے لگا۔"تم کر سکتے ہو۔میری ماں کو وہاں سے نکالو۔"اس کا حلق خشک ہو رہا تھا۔پیشانی پر پسینے کے بوندیں تھیں اور

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

دل خوف سے پہلی بار تھر تھرا رہا تھا۔اس نے مراد کا جواب بھی نہیں سنا تھا۔موبائل ہاتھ سے پھسل گیا۔پہلی بار اسے لگا اس کا سانس لینا دوبھر ہو رہا ہے۔اسٹریس سے حلق سوکھ چکا تھا اور دم گھٹ رہا تھا۔وہ گہری گہری سانس بھرتا ہوا گھٹنوں پر کہنیاں ٹکائے سر جھکا کر بیٹھ گیا۔بال چہرے پر گر گئے تھے۔وہ اپنی کنپٹی سختی سے مسل رہا تھا۔اس نے اٹھ کر کھڑکیاں کھولیں تاکہ وہ کھل کر سانس لے سکے۔وہ جانتا تھا اسے کیا کرنا ہے۔جہانگیر خان اگر اپنے فیصلوں پر مضبوط تھا تو وہ اس شخص کی ان چاہی ضرور مگر اولاد تھا۔وہ شخص ایک بات سے بے خبر تھا۔'خون بولتا ہے' اس کی بنھویں آپس میں ملی ہوئی تھیں۔۔ارادے مضبوط اور آنکھوں میں بغاوت تھی۔وہ جانتا تھا وہ کیا کرنے والا تھا۔انا کی دیواریں دونوں سمت اونچی تھیں۔

---☆☆☆---

"تم مدد کرو گی؟" ناشتے کے بعد چائے کا مگ سکون بخش رہا تھا۔

"میں ایسا کیوں نہیں کروں گی۔" اس نے باری باری مراد اور غازی کو دیکھا۔"مگر پلان کیا ہے؟" وہ حذیفہ کا ناشتہ بنا رہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"پلان میں لبنیٰ بھابھی بھی ہوں تو کیا بات ہو جائے گی۔" وہ اس سنجیدہ ماحول میں بھی لبنیٰ کو تائی نہ بول سکا۔ مراد نے غازی کو کچھ گھورا تھا۔

"دو دن ہو گئے ہیں۔۔ وہ کمرے سے باہر نہیں آئیں۔ کل ان کی کچھ طبیعت بھی خراب تھی۔ وہ ہمیں معاف کر بھی دیں تو رباب کا رشتہ نہیں دیں گے۔ ایسا بھلا کیسے ممکن ہے کہ جس گھر کے فرد نے ان کی بیٹی پر بات کی اسی گھر میں بیٹی کو بیاہ دیا جائے۔" زمل کو افسوس ہو رہا تھا۔ "تائی کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ مجھے افسوس ہو رہا ہے۔" وہ ایک لڑکی تھی۔۔ سمجھ سکتی تھی۔ افسوس اس بات کا تھا کہ لبنیٰ تائی بھی تو عورت تھیں۔۔ وہ بھی نہ سمجھ سکیں۔ مراد سوچ میں پڑ گیا۔ زمل کی بات میں خاصا دم تھا۔ وہ ٹھیک ہی کہتی تھی۔ "ہم کیا کہیں ان سے؟ کہ ہم لبنیٰ تائی کے رویے پر شرمندہ ہے اور معافی کے طلبگار ہیں۔ کیا اتنا کافی ہو گا؟ نہیں، بالکل نہیں۔۔" غازی نے اثبات میں سر ہلایا۔ مراد یکدم ہی ہونٹ کو ایک جانب سے پھیلا کر مسکرایا۔ یہ ایک چالاک مسکراہٹ تھی۔

"میں کہہ رہا ہوں نا وہ مان جائیں گے۔ فالحال دن طے کرو اور چلنے کی کرو۔" وہ خالی مگ سلیب پر رکھتا ہوا باہر چلا گیا۔ زمل نے حیرانی سے غازی کو دیکھا جو خود الجھا ہوا تھا۔

---☆☆☆---

"کیا کہا؟اس الو کے پٹھے کو اپنا مستقبل عزیز نہیں ہے؟"وہ تیز آواز میں کال پر کسی کو گالی بکتے ہوئے بولے۔اس گالی پر پیچھے نماز پڑھتی مائرہ کا دل کانپ سا اٹھا۔انہوں نے یکدم ہی وجیح کی عافیت کی دعا کی۔"بھلا ایسی کون سی چیز ہے جو ہمارے قابو میں نہیں!شبیر کی کمپنی کو بڑی اماؤنٹ آفر کرو۔اس سے تنبیہ کرو اس دو ٹکے شخص کے ساتھ اگر اس نے کوئی ڈیلنگ کی تو ہمارا ان کی کمپنی سے تمام تعلقات ختم!وہ جانتا ہے ہم کیا کر سکتے ہیں۔۔بہت تعلقات ہیں ہمارے۔۔اسے رسوا کر دیں گے۔جن لوگوں کی بنیاد پر اس نے یہ کمپنی کھڑی کی ہے وہ ہمارا ہی اوڑھتے پہنتے ہیں اور ہمارا ہی کھاتے ہیں۔اس جیسا نمک حرام نہیں دیکھا!ہم بھی دیکھتے ہیں کیسے کرتا ہے یہ اس حرام کے پلے کے ساتھ ڈیلنگ!"ان کے الفاظ انتہائی حد تک کڑوے تھے۔وجیح کو گالی دیتے ہوئے انہوں نے فون رکھا اور پلٹ کر خونخوار نگاہوں سے بیوی کو گھورا جو نماز پڑھ رہی تھی۔مٹھیاں بھینچتے ہوئے انہوں نے موبائل بستر پر پھینکتے ہوئے اپنا لیپ ٹاپ زمین پر مارا تھا۔تیسری رکعت پڑھتی مائرہ لرز اٹھیں۔ان کی چھٹی حس جانتی تھی کہ وہ شخص کیا کرنے والا ہے۔اتحیات پڑھتے ہوئے انہوں نے شہادت کی انگلی اٹھائی ہی تھی کہ جہانگیر خان تیز آواز میں گالی دیتے ہوئے مائرہ کی جانب بڑھے اور ان کا گلہ دبوچتے ہوئے زور سے دیوار سے لگایا۔مائرہ کی آنکھیں باہر کو آ گئیں۔یہ پہلی بار نہیں تھا کہ

جہانگیر خان نے ان کو دورانِ نماز یوں دبوچا تھا۔ان کے گلے پر اس شخص کے ہاتھ کی گرفت اس قدر مضبوط تھی کہ مائرہ کو لگا وہ سانس نہیں لے پائیں گی۔

"جہا۔۔نگی۔ر۔"وہ تڑپ کر ان کا ہاتھ ہٹانے کی ناکام کوشش کرنے لگیں۔

"تیرا بیٹا مجھ سے مقابلہ کرتا ہے۔حرام کا بچہ میری برابری کرتا ہے۔"وہ بے قابو ہو چکے تھے۔ان کے منہ سے الفاظ ادا کرتے ہوئے تھوک نکل رہا تھا۔چہرہ سرخ تھا اور کنپٹی کی نسیں ابھری ہوئی تھیں۔آج ایک بار پھر مائرہ کو خدشہ ہوا کہ وہ ماردی جائیں گی۔

"میرا گلہ۔۔مجھے سانس نہیں آرہی!"ان آنکھیں ابل کر باہر آگئیں۔اب اس جسم میں شوہر کی طرف سے دی گئی کوئی تکلیف برداشت کرنے کی ہمت نہیں تھی۔وہ کھانسنے لگیں تھیں جب جہانگیر نے انہیں بالوں سے پکڑ کر کھینچا تھا۔تکلیف سے کراہتی آواز ہال تک جا رہی تھی۔ملازم اپنے اپنے کوارٹر سے نکل کر باہر جھانکنے لگے۔

"تو مر جا حرافہ!تو بھی مر جا اور تیری اولاد بھی!وہ تو ہو جائے گا برباد اور تو میرے ہاتھوں سے مر جائے گی۔جہانگیر خان کی نسل ایسی بے غیرت نہیں ہو سکتی۔اس کا گھٹ گھٹ کر مر جانا ہی بہتر ہے!"عجیب بدبودار آدمی تھا۔کبھی وجیح کو اپنی بیوی کی ناجائز اولاد کہتا تھا اور کبھی اپنی اولاد مانتا تھا۔ان کا منہ دیوار پر دباتے ہوئے وہ تھپڑوں سے نواز رہے تھے۔ہر وار پر

وہ عورت چیخ رہی تھی۔"تجھے نہیں چھوڑوں گا میں! میرے ہاتھ سے مرے گی تو۔۔اور ہر اس شخص کو دفنادوں گا جو تجھے مجھ سے بازیاب کروانے کی کوشش کرے گا۔کوئی نہیں ہرا سکتا مجھے! تو؟تو ہرائے گی؟تیرا بیٹا؟وہ گندہ خون جو تو نے نجانے کس کے ساتھ راتیں گزار کر پیدا کیا،وہ ہرائے گا مجھے؟"ان کے جسم پر ہر ضرب کی تکلیف دل پر محسوس ہوتی تکلیف سے کم تھی۔جگہ جگہ سے خون رس رہا تھا۔ان کا ہونٹ پھٹ چکا تھا اور ہر وہ زخم دوبارہ کھل گیا تھا جو پچھلے دنوں کی مار تھا۔"جانتی ہے تیرا بیٹا کیا کر رہا ہے؟ہر اس شخص سے ڈیکنگ کرنے کی کوشش کر رہا ہے جو ہمارا دشمن ہے تاکہ اپنی کمپنی کو مضبوط کر کے ہمیں نیچا دکھائے۔ان کتوں کے ساتھ تیرا بیٹا بھی مارا جائے گا اور تو اپنے سامنے دیکھے گی۔"بے رحمی سے ان کا ہاتھ کھینچ کر انہیں زمین پر دے مارا تھا۔ان کا کمزور جسم یہ سب برداشت نہ کر سکا اور پیشانی فرش سے ٹکرا گئی۔بے ہوش ہونے سے قبل ایک آخری چہرہ انہیں وجیح کا یاد آیا تھا۔جہانگیر خان پیر پٹختا کمرے سے نکل چکا تھا اور پیچھے ایک بے ہوش عورت تھی جس کی اب کوئی حسرت باقی نہیں رہی تھی۔

---☆☆☆---

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اگلی بار پھر زمل آئی تھی اور پھر اسے اندر داخل ہونے کی اجازت دی گئی تھی۔اس بار اس کا دل خوفزدہ ضرور تھا مگر جو نفرت جہانگیر خان کے لیے تھی اس نے خوف پر قابو پالیا تھا۔وہ آج مسکرا رہا تھا۔۔گنگنا رہا تھا۔آج اسے کافی بھی آفر کی گئی تھی اور اس مکروع چہرے پر جو خوشی تھی اس کی وجہ وہ مائرہ کی شکل دیکھ کر پہچان گئی تھی۔آج مائرہ کمرے میں نہیں تھیں۔۔وہ جہانگیر خان کے عجیب مزاج کو سوچتی ہوئی زینے چڑھ رہی تھی جب سب سے اوپر پہلی سیڑھی پر بیٹھی مائرہ پر نگاہ پڑی۔

"پھوپھو،آپ یہاں کیوں بیٹھی ہیں؟"وہ تیزی سے چڑھتی ہوئی اوپر آئی۔اس کی آواز پر مائرہ پہلے چونکی،پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔اس کے چہرے پر موجود بدنما زخم جہانگیر خان کی مسکراہٹ کے جواب دے گئے۔

"وہ۔۔وہ کمرے کی صفائی ہو رہی تھی نا۔تو میں نے سوچا کہ۔۔کہ باہر بیٹھ جاؤں۔۔تم اوپر آجاؤ۔"ڈرائنگ روم میں بیٹھتے ہوئے زمل نے ان کی چال نوٹ کی جو سیدھی نہیں تھی۔وہ سیدھا نہیں چل پا رہی تھیں۔

"آپ اب یہاں نہیں رہیں گی۔نہیں رہیں گی یہاں آپ۔۔"وہ جذباتی ہو گئی۔"میں سب کو سب بتادوں گی۔آپ مر جائیں گی۔وہ مار دے گا آپ کو۔۔"وہ پہلے ہی بھری بیٹھی تھی

اس لیے رو پڑی۔ "یہ سب فضول بات ہے کہ وہ شخص آپ کا فیصلہ ہے۔آپ کو کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔۔ہر رشتہ آپ کی پاس موجود ہے پھر بھی یہ زور زبردستی کی زندگی کیسے گزار سکتی ہیں آپ؟" وہ بول نہیں رہی تھی، چیخ رہی تھی۔۔وہ جانتی تھی نیچے وہ شخص بھی سن رہا ہو گا۔اسے کوئی خوف نہیں تھا۔۔اس بات کا بھی نہیں کہ جہانگیر خان کے ولا میں ہر بڑا اسلحہ پایا جاتا ہے۔ "ابی آپ سے کچھ نہیں پوچھیں گے۔وہ کبھی نہیں پوچھیں گے کہ تم نے اس شخص کو کیوں چنا۔" وہ ان خراب زخم اور حال دیکھ کر نیم پاگل ہو چکی تھی۔

"نہیں۔۔نہیں تم ایسا نہیں کرو گی۔۔تمہیں میرا واسطہ! اپنی پھوپھو کا واسطہ۔۔" مائرہ کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔آنکھوں میں ڈھیروں آنسو آ گئے۔وہ ہاتھ جوڑ کر ایسے گڑگڑا رہی تھیں جیسے زندگی کی بھیک مانگ رہی تھیں۔ان کے گردن پر ہاتھوں کے گہرے نشانات تھے۔

"میں ابی سے کہوں گی۔۔" اس نے بہت اٹک اٹک کر جملہ کسی مضبوطی سے ادا کیا۔مائرہ کے اوسان خطا ہو گئے۔

"تم۔۔تم ابی سے کہو گی؟ نہیں! نہیں تم ایسا نہیں کرو گی۔میں نے جب وہ گھر چھوڑا تھا تو ابی کے سامنے قسم کھائی تھی کہ اپنا گھر چھوڑ کر کبھی ان کے در پر نہیں جاؤں گی۔میں ابی کے

سامنے سر جھکا کر کیسے ان کی نگاہوں کا مقابلہ کروں گی۔ تم ایسا نہیں کرو گی۔ وہ شخص۔۔ وہ شخص میرا فیصلہ ہے! مجھے نبھانے دو۔۔ مجھے رسوا نہ کرو۔" وہ بلک بلک رو پڑیں۔

"ابی کبھی ماضی نہیں دہرائیں گے پھوپھو۔۔ وہ بے حس نہیں ہیں۔ کوئی نہیں پوچھے گا کہ کیا ہوا۔۔ آپ مر جائیں گی۔ وہ مار دے گا۔" وہ چیخ رہی تھی، سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی مگر وہ عورت تھی کہ سمجھتی ہی نہیں تھی۔ "آپ ظلم نہیں سہہ سکتیں۔ کیا ملے گا آپ کو اس فیصلے کا پاس رکھ کر؟ موت؟ میں نے اپنے ماں باپ کے بے جان جسم دیکھے ہیں۔۔ وہ مر گئے۔۔ اور مرنے والے زمین میں دفنا دیے جاتے ہیں اور اپنے پیچھے زندہ لاشیں چھوڑ جاتے ہیں۔ میں پاگل ہو جاؤں گی۔۔ وجیح مر جائے گا۔ ابی بستر سے نہ اٹھ سکیں گے۔ رحم کریں۔۔ آج میں آپ سے کہتی ہوں کہ ہم پر رحم کریں! مت ماریں ہمیں۔۔" وہ رو پڑی۔

"میں ایک بار پھر مرنا نہیں چاہتی۔ میرا دل روز خون کے آنسو روتا ہے۔ آپ کو یاد کرتا ہے۔ روز ایک خدشہ رہتا ہے کہ خان ولا سے ایک غمگیں خبر سننی پڑے گی۔ ماضی جیسا بھی رہا ہو مگر مستقبل آپ کے ہاتھ میں ہے۔۔ آپ نے فیصلہ کرنا ہے۔ وہ شخص کچھ نہیں کر سکتا۔ وہ ڈراتا ہے، دھمکاتا ہے اور آپ ڈرتی ہیں اور سہمتی ہیں۔" وہ تھک گئی تو صوفے پر گر گئی۔ ایک لمبی خاموشی چھا گئی۔ اس کے حلق میں کانٹے اگنے لگے۔ ملازمہ نے جلدی سے لا کر پانی کا

گلاس تھمایا۔"وجیح کو جہانگیر انکل کے وار نہیں، آپ کی موت مار سکتی ہے۔"اس نے مائرہ کی آنکھوں میں دیکھا تھا۔وہ کیسے مائرہ کو بتاتی کہ وہ تھک چکی ہے۔اس کے دل کو کہیں سکون نہیں تھا۔نہ اعوان ہاؤس میں اب دل لگتا تھا اور نہ تنہائی میں۔۔رباب کا معاملہ، وجیح کی فکر اور پھوپھو کی پریشانی اسے مار رہی تھی۔وہ کیسے انکشاف کرتی کہ اب نیند راتوں کو روئے بنا نہیں آتی تھی۔اس کے اعصاب کمزور ہو رہے تھے۔چھوٹی چھوٹی باتیں اب اسے گھنٹوں رلاتی تھیں۔

"تم۔۔تم گھر چلی جاؤ۔"بہت دیر بعد اسے مائرہ کی ایک آواز آئی تھی۔"اور اب مت آنا۔" لہجہ کھردرا تھا۔وہ عجیب سے کیفیت سے دوچار ہوئی۔اس نے مائرہ کو دیکھا پھر کچھ آنکھیں پھیلائیں۔۔شاید اس نے غلط سنا تھا۔۔بھلا مائرہ ایسے کیسے کہہ سکتی تھی۔اس نے حیرانی سے مائرہ کا چہرہ تکا۔کافی دیر وہ اسے یوں ہی دیکھتی رہی۔تھوڑی دیر بعد ملازمہ کمرے سے گزری تو مائرہ نے اسے آواز دی۔"ٹھہرو! میڈم کو نیچے تک چھوڑ آؤ۔۔اور کوشش کرنا یہ دوبارہ یہاں نہ آئیں۔"ان کی نگاہوں میں سختی تھی۔زمل کے دل میں چھن سے کچھ ٹوٹا۔جانے کیوں اس ٹوٹنے کی آواز اتنی تیز تھی کہ کانوں میں سیٹیاں بجنے لگیں۔وہ ششدر تھی، حیران تھی، پریشان تھی۔مائرہ جا چکی تھی اور وہ ملازمہ اس کے پاس آ کھڑی ہوئی تھی۔

"اپنا بیگ اٹھالیں میڈم۔آپ کو نیچے چھوڑ آؤں۔"اسے لگا اس کا سارا وقار چھین لیا گیا ہو۔وہ ساکت اس جگہ کو تکتی رہی جہاں سے مائرہ گئی تھی۔آج پہلی بار مائرہ نے اپنی زبان سخت کی تھی اور پہلی بار اس کا آنا ناگوار سمجھا تھا۔وہ تکلیف اور کرب میں پلکیں بھی نہ جھپک سکی۔یہ لمحہ اس قدر ناقابلِ یقین تھا کہ اس نے کئی بار یقین کرنے کی کوشش کی۔ملازمہ نے اس کا بیگ اسے تھمایا اور ایک شاپر بھی دیا جو وہ ساتھ لائی تھی۔

"اسے یہیں رہنے دو۔۔"اس نے شاپر کی جانب آنکھوں سے اشارہ کیا۔"یہ ان کے لیے ہے۔"اس نے بیگ اٹھایا اور کسی تکلیف میں ہونٹ بھینچتے ہوئے نیچے کا رخ کیا۔اس کا دماغ سلگ رہا تھا۔وہ زینے اترتے ہوئے نیچے آئی تھی اور باہر لان کی طرف بڑھ گئی تھی۔مین گیٹ کا راستہ لان سے ہوتا ہوا گزرتا تھا۔وہ بیگ کندھوں پر رکھتی ہوئی تیزی سے باہر نکلی تھی جب جہانگیر پر اس کی نگاہ پڑی۔جہانگیر خان کی پشت زمل کی جانب تھی اور وہ مالی کو پودوں کے حوالے سے کچھ سمجھا رہا تھا۔چند لمحے وہ یوں اسے سخت چبھتی نگاہوں سے دیکھتی رہی۔مالی اثبات میں سر ہلاتا ہوا کام پر لگ گیا تو جہانگیر خان کچھ گنگناتا ہوا پلٹا جب دونوں کی نظریں آپس میں ملیں۔اس کی آنکھوں میں خود کے لیے حد درجہ نفرت پا کر وہ کھل کر مسکرایا۔اس نے آج پہلی بار اپنے نگاہوں کے سامنے جہانگیر خان کو یوں کھل کر مسکراتا دیکھا تھا۔اس کا

مسکراتا چہرہ کسی کی یاد خیالوں میں لے آیا۔وہ چہرہ ایک چہرے سے بے تحاشہ مماثلت رکھتا تھا۔۔وجیح۔۔وجیح خانزادہ۔۔اسے پہلی بار احساس ہوا کہ وجیح بالکل اپنے باپ کا چہرہ تھا۔وہی بے تاثر آنکھیں،وہی مسکراہٹ۔۔مگر ہاں ایک واضح فرق تھا۔۔جو مسکراہٹ وجیح کے چہرے کو معصوم بناتی تھی،وہی مسکراہٹ جہانگیر خان کے ناپاک ارادوں کا پتا بتاتی تھیں۔ وہ بے مقصد نہیں مسکراتا پھرتا تھا۔اس کے مسکراہٹ کے پیچھے کمینگی جلد واضح ہو جاتی تھی۔وہ جانتی تھی کہ وہ شخص سب سن چکا تھا۔اس کی مسکراہٹ بے معنی نہیں تھی۔

"اعوان ہاؤس کو بے خبر رکھنے کی غلطی مت کرنا۔"میٹھا لہجہ کتنا کڑوا تھا'وہ گہرائی محسوس کر گئی۔اس کا حلق تک کڑوا ہوا۔وہ ایک کڑی نگاہ اس شخص پر ڈال کر آگے بڑھ گئی۔وہ کیوں اسے اکساتا تھا کہ وہ اعوان ہاؤس میں جا کر مائرہ کی طبیعت کا بتائے؟یہ اس کی کون سی چال تھی؟اس رات وہ اپنے کمرے میں اتنا سسکی کہ انگلیاں لرز اٹھیں۔مائرہ کا لہجہ،جہانگیر کا ظلم اور وہ گھاؤ۔۔اس کا دل چھلنی کر گئے۔اس رات اس نے جی بھر کر جہانگیر خان کو بد دعائیں دی تھیں۔اسے پوری امید تھی کہ وہ شخص مر جائے گا اور ظلم کا خاتمہ ہو جائے گا۔سونے سے قبل بھی اگر اسے کچھ یاد تھا تو وہ مائرہ کا سخت لہجہ تھا جو ساری رات اسے نیند میں بھی بے چین کرتا رہا تھا۔یہ رات پچھلی کچھ راتوں کے مقابلے میں بھاری اور بے جا لمبی ثابت ہوئی۔وہ

اس گرمی میں بھی ٹھنڈ سے ٹھٹھر رہی تھی۔شاید یہ بخار کا اثر تھا کہ آنکھیں سوج کر بڑی ہو گئی تھیں۔جانے کس پہر نیند گہری ہوئی اور آنکھ ہسپتال میں کھلی۔وہ بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی اور ارد گرد اس کے لوگ تھے۔اسے کچھ سمجھ نہ آیا۔بھلا یہ کیا ہوا تھا۔وہ ابھی تو اپنے کمرے میں سوئی تھی اور یہاں اتنی روشنیوں کے زد میں کیسے پہنچ گئی تھی۔اس کے لہجے میں حیرانی محسوس کرتے ہوئے مراد نے اسے بتایا تھا کہ کیسے وہ تیز بخار میں ساری رات تپتی رہی تھی اور صبح آدھی نیند میں بہکی بہکی باتیں کر رہی تھی۔وہ شرم سے آنکھیں دوبارہ میچ گئی کہ کچھ بتانے لائق الفاظ نہیں تھے۔

---☆☆☆---

یہ چند دن زمل کے لیے کافی مشکل رہے۔اس کا دل دنیا کی ہر شے سے اچاٹ ہو چکا تھا مگر پھر بھی اپنے اندر ہمت پیدا کرنی باقی تھی۔مراد نے اسے گھر پر ٹھہر کر آرام کرنے پر زور دیا تھا مگر وہ چلنے پر بضد تھی۔ابی نے بھی گویا ہار مان لی۔

"میں سوچ رہا تھا ہم بھی چلتے ہیں۔۔ہمیں ہاتھ جوڑنے پڑے تو جوڑ لیں گے۔شاید وہ ہماری عمر کا ہی خیال کر لیں اور ویسے بھی غلطی بھی تو ہماری جانب سے ہوئی ہے۔اب اعوان ہاؤس

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کے ایک فرد کی غلطی سب کی ہی غلطی ہے۔ہم مانگیں یا لبنی۔۔بات تو ایک ہی ہے۔" لبنی یکدم ہی کمرے سے باہر آئی تھیں۔

"میں بھلا کیونکر معافی مانگنے لگی ابی۔۔میں اب بھی اس بات پر قائم ہوں۔لے آئے اپنی مرضی سے اس عورت کو مگر یاد رکھے یہ لڑکا! میں اسے کبھی اپنی بہو تسلیم نہیں کروں گی۔ میری زبان کا کیا جو میں نے دے رکھی ہے کسی کی بیٹی کو؟جو کرنا ہے کرے یہ! اب تو ابی آپ بھی نہیں سنتے میری۔۔لے آئیں اس لڑکی کو گھر مگر مجھے چہرہ نہ دکھائے یہ لڑکا۔۔" وہ ہنکارہ بھرتی ہوئیں دوبارہ اندر بڑھ گئیں۔مراد گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے اس عورت کا۔۔" ابی زیر لب بڑبڑائے تو غازی مسکراہٹ دبا گیا۔

"ابھی ہمیں جانیں دیں ابی۔ہو سکتا ہے معاملہ اتنا نہ بڑھے۔۔اور پھر زمل چل تو رہی ہے نا۔ میں نہیں چاہتا کہ آپ جائیں اور رباب کے ابا کچھ الٹا سیدھا غصے میں کہہ ڈالیں۔اگلی ملاقات میں آپ کا جانا زیادہ بہتر رہے گا۔" ابی نے اثبات میں سر ہلا دیا کہ اب بحث کرنا بے کار ہی تھا۔بظاہر مضبوط نظر آتا مراد اندر سے کافی نروس تھا۔یہ معاملہ رشتوں کا تھا۔وہ یقیناً اسے ویسے حل نہیں کر سکتا تھا جیسے وہ تھانے میں کیا کرتا تھا۔زمل پیچھے بیٹھی تھی جبکہ ڈرائیو مراد کر رہا تھا۔گھر سے نکلنے سے پہلے اس نے شاہ ویز سے کافی معلومات لی تھیں۔غازی البتہ دشمن

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کے دل میں پیار پیدا کرنے کا وظیفہ یوٹیوب پر دیکھ رہا تھا۔زمل خاموش تھی البتہ یوٹیوب ویڈیو کی آواز اس کے لبوں پر مسکراہٹ لا رہی تھی۔اسے غازی وہ بچہ لگا جو سنجیدہ ماحول کو بھی اپنی شرارتوں سے مزاحیہ کر دیتے ہیں۔

"تم نے کیا سوچا ہے زمل؟"مراد نے کافی دیر بعد کچھ سوچ کر پوچھا۔

"کچھ خاص نہیں۔۔ہم لبنیٰ تائی کے کیے کو ڈیفینڈ نہیں کر سکتے۔انہوں نے جو کیا وہ غلط تھا اور یہ بات ہمیں ان کے سامنے ماننی ہے۔وہیں کہیں گے جو ہمارے دل میں ہے۔"وہ اس کی پریشانی محسوس کر گئی تھی۔

"آپ کون؟"ایک لڑکا باہر نکلا تھا۔

"میں زمل ہوں۔۔رباب کی دوست۔"زمل نے آگے بڑھ کر پہل کی۔

"اچھا جی باجی تو اندر ہی ہیں۔آپ آجائیں۔"وہ دس بارہ سال کا لڑکا تھا جو انہیں اندر لے آیا تھا۔

"کون آیا ہے خوشحال؟"ایک بوڑھا آدمی باہر آیا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"زمل باجی کے دوست ہیں جی۔" وہ لڑکا اندر چلا گیا۔ شاید زمل کو بلانے گیا تھا۔ البتہ وہ بوڑھا آدمی کچھ تفتیشی نگاہوں سے ان لمبے چوڑے دو مردوں کو دیکھ رہا تھا جو اس گھر کی چھت کے نیچے کھڑے تھے۔

"تم کون ہو؟" ان کا ماتھے کے بل گہرے ہوئے۔ زمل جان گئی تھی کہ انہیں ان دو غیر مردوں کا یوں آنا ناگوار گزرا تھا۔ یقیناً وہ رباب کے والد تھے۔ زمل کا دل کچھ ڈوب کے ابھرا۔

"ہم شاویز کی طرف سے آئے ہیں۔" مراد نے خشک لبوں پر زبان پھیری۔ اسے پہلی بار کوئی بات کرنے میں یوں جھجک محسوس ہوئی۔ سامنے کھڑے اس بوڑھے آدمی کے چہرے پر ایک سایہ سا گزرا۔

"تم لوگ کیوں آئے ہو؟ کیوں آئے ہو؟ کیا بگاڑا ہے میری بیٹی نے تمہارا۔۔ میرے اندر قوت نہیں کہ مزید بے عزتی محسوس کروں۔۔۔ دفع ہو جاؤ یہاں سے۔۔" یہ سننا جیسے انہیں گوارا ہی نہیں ہوا۔ گویا جسم کا سارا خون چہرے پر جمع ہو گیا۔ سانسیں چڑھنے لگی تھیں۔

"انکل ہم صرف بات کرنے آئے ہیں۔" زمل ان کی حالت دیکھ کر کافی گھبرا گئی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"بات؟ کون سی بات؟اس کی ماں نے جو کیا وہ کم تھا؟"آواز بلند ہونے لگی۔رباب باپ کی آواز پر تیزی سے باہر آئی تھی۔

"میں جانتا ہوں جو ہوا وہ غلط ہے۔میں بھابھی کی طرف سے آپ سے معافی مانگنے آیا ہوں۔۔میں جانتا ہوں آپ کا دل بہت دکھا ہے اور یقیناً اس کا ازالہ ممکن نہیں مگر میں شرمندہ ہوں۔میری پوری فیملی شرمندہ ہے۔۔پلیز آپ ہماری بات کو تحمل سے ایک بار سن لیں۔"وہ برآمدے میں کھڑے تھے۔رباب چوکھٹ پر گھبرائی کھڑی تھی۔زمل نے اس کی زرد ہوتی رنگت دیکھی تھی۔اسے باپ کی پھولتی سانسیں اور سلگتی کنپٹی یقیناً اچھا محسوس نہیں کروا رہی تھی۔

"تحمل سے؟ تحمل سے؟"وہ بات نہیں کر رہے تھے۔۔چیخ رہے تھے۔"کوئی معافی نہیں۔۔معافی؟ تمہاری معافی میری اور میری بیٹی کی چھینی ہوئی عزت اور وقار لوٹا سکتے ہیں؟"وہ حلق کے بل چیخ رہے تھے۔مراد کے رونگٹے کھڑے ہوئے۔ان کے الفاظ ان کی ہونٹ خشک کر گئے۔مراد کافی دیر کچھ نہ کہہ سکا۔"کیا کہنے آئے ہو؟ کیا کہنا چاہتے ہو؟ میرے پاس اب کچھ بھی نہیں ہے۔میں وہ الفاظ نہیں بھول سکتا۔وہ تیر کمان میں دوبارہ

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

نہیں لوٹ سکتا۔میری بیٹی کو اس محلے میں بدنام کرنے کے بعد کون سی معافی کے طلبگار ہو تم لوگ؟اب آئے کیوں ہو؟کس لیے آئے ہو؟"ان کی سانس پھولنے لگی۔

"جو ہوا بہت بڑا نقصان تھا۔"زمل کے ہونٹ کانپ اٹھے۔اس نے رباب کی گیلی سہمی ہوئی نگاہوں کو دیکھ کر اپنے رونگٹے محسوس کیے۔"ہم اس نقصان کی ذمہ داری اٹھانا چاہتے ہیں۔" اس نے شرمندگی سے رفیق صاحب کی جانب دیکھا جن کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔غازی اس سارے معاملے میں پیچھے خاموش کھڑا تھا۔

"کون سا نقصان؟کوئی نقصان اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔میں نے اس کی بات اپنے بھتیجے حسیب سے پکی کر دی ہے۔چند ہفتوں میں شادی بھی کر دوں گا کیونکہ جو شاہ ویز کی ماں نے کیا ہے اس کے بعد اگر سال بھر بھی میں اپنی بیٹی کو اپنے پاس رکھوں گا تو اس محلے کی عورتیں اس کا جینا حرام کر دیں گی۔"چند لمحوں کی خاموشی چھا گئی۔رباب کی نظریں ایک نکتے پر نہ رہ سکیں۔جانے وہ اس سب میں خاموش کیوں کھڑی تھی۔جانے وہ کس طرف تھی۔۔اپنے باپ کی طرف یا زمل اور مراد کی طرف جو شاہ ویز کے حوالے سے ان کی چھت کے نیچے موجود تھے۔"ٹھیک ہے میں مان لیتا ہوں کہ تم شرمندہ ہو۔۔"وہ کچھ دیر بعد بولے۔مراد کی ناامید جھکی نظریں یکدم ہی اٹھیں۔گویا ایک امید سی جاگی۔"مگر تمہاری

شرمندگی کا کچھ نہیں کر سکتا۔ میں تمہیں معاف نہیں کر سکتا۔ میں اس شخص کو بھی معاف نہیں کر سکتا جس کی ماں نے اس دہلیز پر کھڑی ہو کر میری بیٹی کو بدکردار کہا جس کا پیشہ امیر باپ کی اکلوتی اولاد کو پھسانا ہے۔" انہیں معلوم تھا وہ ضبط نہیں کر پائیں گے۔ داڑھی بھیگ اٹھی۔ وہ تکلیف سے پلٹنے لگے۔ شاید وہ سب دہرانا ان کی کمزوری کی آخری حد تھی۔

"ہم شاہ ویز کا رشتہ لے کر آئے ہیں۔" مراد یہ موقع گنوانا نہیں چاہتا تھا۔ رباب کے ہاتھ سے گلاس چھوٹا تھا۔ رفیق صاحب کو وہ بات وہیں پتھرا گئی۔ رباب نے یکدم باپ کو کسی کمزور نگاہوں سے دیکھا۔

"کیا کہا؟ کیا کہا تم نے؟" وہ رباب پر نگاہ ڈالتے ساتھ مڑے۔

"آئم سوری۔ میں آج واقعی بہت شرمندہ ہوں۔ لیکن آپ رباب اور شاہ ویز کی پسند کو یوں ٹال نہیں سکتے۔ میں سمجھتا ہوں جو ہوا وہ ایک ناگوار واقعہ ہے اور اسے بھولنا ناممکن حد تک مشکل ہے۔ میں جانتا ہوں آپ میری بھابھی کو کسی طور معاف نہیں کر سکتے اور نہ اس غلطی کا ازالہ کسی طور ممکن ہے۔ یہ جو کچھ بھی ہوا نہ ہمیں خبر تھی اور نہ شاہ ویز کو۔۔ وہ پسند کرتا ہے رباب کو۔۔ آپ جانتے ہیں وہ کتنے سال سے آپ کے پاس آتا رہا ہے۔ جو اتنے سالوں سے کوشش کر رہا ہو وہ کیونکر ہی ایسا جان کر ہونے دے گا۔ وہ بے قصور ہے اور یقیناً یہ بات

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بھی رباب جانتی ہو گی۔" اسے یہ ایک آخری موقع لگا شاہ ویز کی صفائی میں بولنے کا۔ زمل ہمت ہار چکی تھی۔ اس نے رباب کی آنکھوں میں شاہ ویز کے نام پر خفگی پائی تھی۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک عورت جو ایک لڑکے کی ماں ہو یوں اٹھ کر بنا کوئی آہٹ کیے اتنا بڑا قدم اٹھا لے۔ ہم شاہ ویز کو برا نہیں کہتے مگر اس کی سب سے بڑی غلطی اس کا معاملے سے انجان ہونا تھا۔ تم چاہتے ہو میں شاہ ویز کا خیال کروں؟ اس کا خیال ہی کیا تھا کہ اپنی بیٹی کو اتنے سال اپنے بھائی کے گھر نہیں رخصت کیا۔ اس کا خیال ہی کیا تھا کہ اپنے بھائی صاحب سے لڑتا رہا کہ شاہ ویز رشتہ لائے گا۔ اس کے وعدوں کا لحاظ ہی تھا کہ اپنے بھتیجے حسیب کو پانچ سال اپنی بیٹی سے دور رکھا ورنہ جو منگنی چند دنوں پہلے ہوئی ہے وہ سالوں پہلے ہو جاتی اور میری بیٹی اپنے گھر کی ہو جاتی۔ تم کیا جانو ذلت کیا ہوتی ہے۔ کل جس بھتیجے کا رشتہ اس محلے میں اس کی کم عزت ہونے پر ٹھکرایا تھا آج اسی شخص سے بیٹی کو بیاہ رہا ہوں۔" ان کی آنکھوں میں تکلیف ظاہر تھی مگر کچھ اور بھی تھا جو کسی کی بھی نگاہوں سے نہ چھپ سکا تھا۔ ان کی اشتعال زدہ آنکھوں میں بغاوت تھی۔ زمل کو لگا جیسے اب وہ کبھی نہیں مانیں گے۔

"میرا داماد آنے والا ہے۔ چلے جاؤ یہاں سے۔۔ کچھ نہیں رکھا اب یہاں پر۔۔" وہ گئے بھی

ایسے جیسے واپسی کا راستہ بھول گئے ہوں۔رباب البتہ وہیں کھڑی تھی گویا زمانے سے پریشان اور شاہ ویز سے خفا ہو۔

"رباب۔۔"زمل نے بڑھنا چاہا۔وہ آخری امید تھی۔اسے ہر ممکن کوشش کرنی تھی۔اسے پلٹنے سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔شاہ ویز کا چہرہ اور سوالوں سے اس کا گلا گویا گھٹ رہا تھا۔مراد البتہ خاموش تھا۔۔پیشانی پر گہرے بل جیسے سوچ میں ہو۔اس کے پاس ہمیشہ کوئی پلان ہوتا تھا۔

"یہاں آئندہ مت آنا زمل۔۔"رباب کا لہجہ روکھا تھا۔

"میں محسوس کر سکتی۔۔"زمل نے بولنا چاہا مگر اس کی بات کاٹ دی گئی۔

"نہیں تم محسوس نہیں کر سکتی۔۔اور اگر تم محسوس کر رہی ہو تو اس کی وجہ تمہارا بھائی ہے۔تم اس لیے محسوس کر رہی ہو کیونکہ تم شاہ ویز کی بہن ہو۔تمہیں برا لگ رہا ہے شاہ ویز کے لیے۔۔میں کہیں بھی نہیں ہوں۔مجھے فرق نہیں پڑتا اب میری شادی کس سے ہو رہی ہے۔۔کم از کم وہ لبنیٰ آنٹی جیسی عورت کا بیٹا نہیں ہے۔"اس کی آنکھ سے آنسو نکلا تھا اور اس اشتعال بھرے لہجے میں بھی وہ تکلیف نہیں چھپا سکتی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"چلتے ہیں اب۔" غازی نے اس سب میں پہلی بار کہا۔ شاید اتنی عزت افزائی کافی تھی۔ مراد پہلے ہی نکل چکا تھا۔ زمل کا دل چیر سا گیا۔ اسے خیالوں میں شاہ ویز کا چہرہ ہانٹ کر رہا تھا۔ وہ بھاری ہوتے دل کے ساتھ پلٹ گئی۔

---☆☆☆---

بڑھتے دنوں کے ساتھ حالات اور دل کا سکون' دونوں گھٹتے جا رہے تھے۔ زندگی کی سفاکی نے اسے کافی سبق پڑھا دیے تھے۔ پچھلی بار جو ڈیل کینسل ہوئی تھی اس کا نقصان اب بھی کمپنی بھر رہی تھی البتہ وہ کچھ نئی ڈیلز پر متوجہ تھا۔ زندگی پہلے سے زیادہ مصروف ہو گئی۔ وہ ایک ٹف ویک کے بعد ایک دن چھٹی گزار کر آفس میں دوبارہ موجود تھا۔ چھٹی تو بس نام کی تھی۔ نیند آنکھوں سے کوسوں دور ہی رہا کرتی تھی۔ وہ سوچتا تھا اب منزلیں حاصل بھی ہو جائیں تو اب بھی کافی کچھ ہے جو پیچھے رہ گیا ہے۔ ماں کا رشتہ۔۔ دوستوں کا رشتہ اور محبت کا رشتہ۔۔ "محبت" اس نے زیر لب اس لفظ کو دہرایا۔ دل میں ایک لہر سی اٹھی اور اسے لگا جیسے دل بند ہو جائے گا۔ منہ کھول کر ایک لمبی سانس لے کر اس نے خود کو نارمل کیا۔ نہیں محبت کا رشتہ نہیں۔۔ دوست۔۔ دوست کا رشتہ۔۔ اس نے پیشانی کھجائی جیسے خود کا سامنا کرنے سے کترا رہا ہو۔ ڈسٹی پنک لباس اور انگلیوں کی شرارت سے جھومتی جھمکیاں۔۔

خیالوں میں بھی کس کا خیال آتا تھا اب۔۔اس نے خیال جھٹکنا چاہا مگر یکدم ہی اس کی مسکراہٹ سوچوں میں نمودار ہوئی۔اس کی مخصوص سی مہک اور کھلکھلاہٹ نے اس کا گویا دل جکڑ لیا۔اس نے شرٹ کا پہلا بٹن کھولتے ہوئے ہوا کا راستہ بنایا۔کیا یہ روگ تھا؟کیا یہ گلٹ تھا؟اس کے پاس نہ ہونے کا گلٹ؟وہ جانتا تھا جو راستہ اس نے چنا ہے'وہ اسے یہاں کہیں حاصل نہیں۔۔اس نے لیپ ٹاپ بند کر دیا اور مکمل اس کے بارے میں سوچنے لگا۔ ریوالونگ چیئر کی پشت پر سر ٹکاتے ہوئے اس نے آنکھیں موند لیں۔اسے وہ یاد آئی تو خیالوں کے منظر رنگین ہو گئے۔اس نے اسے پھر ہر جگہ پایا۔آس پاس۔۔دور دراز۔۔خوشبو میں بسا ہوا۔۔کیا خیالوں کی یہ دنیا خوبصورت نہیں تھی؟خوبصورت ایک چھوٹا لفظ نہیں تھا؟ وہ سوال پر سوال کرنے لگا۔اسے لگا دل سے دوسری پریشانیوں کا بوجھ اتر رہا ہے۔ایسا کیوں تھا کہ اس کا خیال باقی ہر خیال سے آزاد کر دیتا تھا۔وہ سوچنے لگا کہ اگر ماں ساتھ ہوتی تو حالات کتنے مختلف ہوتے۔وہ اس کا یوں خاموش رہنا بھی پہچان لیتیں اور اس کے دل کا چور بھی۔۔ وہ پہچان جاتیں وجیح کے دل میں کون ہے۔۔یادوں کی وادیوں میں جانے کی دیر تھی اور اسے وہ سب یاد آیا جو بس اب ماضی کے سادہ سے حصے تھے۔اسے یاد تھا جب وہ پہلی بار اسے ائیر پورٹ لینے گیا تھا۔وہ اسے معصوم لگی تھی۔۔اسے اپنا رویہ بھی یاد تھا اور زمل کا بار بار اس

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کے پاس لوٹ آنا بھی۔اسے یاد تھا وہ کتابوں والا دن۔۔اسے یہ بھی یاد تھا کہ وہ کتنا روئی تھی۔جو دل اس وقت دکھا تھا وہ آج بھی دکھ گیا۔اسے اپنا اسے رلانا خوب یاد تھا۔عید کی تصویریں، کتابوں کی باتیں، آسٹریلیا۔۔اس نے گہری سانس تیزی سے خارج کی جیسے خوف سے سانسیں گھٹ جائیں گی۔آسٹریلیا۔۔آنکھیں کھول کر اس نے اپنے خالی کمرے کو دیکھا تھا۔اگر اس کا جانا ہوا تو کیا وہ ملک اب بھی ویسا ہو گا؟ کینبرا، سڈنی۔۔کیا اب وہ اسے کبھی دیکھ پائیں گے؟ ہاں شاید آنے والے وقت میں وجیح کا بھی دورا لگے۔۔اور زمل بھی زندگی کے کسی نہ کسی حصے میں ضرور جائے گی۔مگر کیا کینبرا ایک بار پھر ان کی موجودگی ایک ساتھ، ایک وقت میں محسوس کر پائے گا؟ کیا وہ انہیں یاد کرتا ہو گا؟ وہ ہوٹل اور اس کے پیچھے وہ ٹھاٹھیں مارتا سمندر۔۔کیا پھر وہ زمل کو کینبرا کی اسٹریٹس پر دوڑتا ہوا ڈھونڈ پائے گا؟ ہاں شاید۔۔مگر اس بار وہ اسے نہیں ملے گی اور وجیح کو یقین ہو جائے گا کہ وہ اسے کھو چکا۔ سعد نہیں ہو گا۔۔نہیں، وہ ہو گا۔وہ کبھی گیا ہی نہیں۔۔کراچی ہو یا کینبرا۔۔موجود یا یا ناموجود۔۔اس کا ذکر زمل کی زبان پر رہے گا۔زمل اعوان ایک ایسی عورت تھی جسے وجیح خانزادہ نے بار بار گنوایا تھا۔اس نے آنکھیں موند لیں۔آنے والے وقتوں میں وہ ایک بار پھر ملک سے باہر دورے پر جانے والا تھا۔وہ جانتا تھا یہ دوریاں اسے زمل سے میلوں دور کر رہی

ہیں۔ایک دھڑکا تھا۔۔یا شاید ایک شبہ۔۔وہ جوان تھی،خوبصورت تھی اور خوب پڑھی لکھی بھی! یقیناً ابی سعد سے اس کا رشتہ پکا کرنے کی خبر سنا دینے والے تھے۔وہ سوچنے لگا زمل نے سڈنی میں اس سے کیا کہا تھا۔۔وہ اسے تنہا کرنا نہیں چاہتی تھی۔۔اگر وہ خود بھی کبھی سعد کے لیے نہیں مانے گی تو ابی اور ماموں کی محبت میں مان جائے گی۔جانے کتنا وقت گزر گیا تھا جب کال کی آواز پر وہ خیالوں کی دنیا سے بیدار ہوا۔میٹنگ کا وقت ہو چلا تھا۔وہ فون اٹھانے بڑھ گیا۔

---☆☆☆---

اسے حرا نے بتایا تھا کہ رباب اس کے ساتھ کسی کام سے یونیورسٹی کا چکر لگانے والی ہے۔وہ دو دن بعد ٹھیک حرا کے بتائے ہوئے ٹائم پر یونیورسٹی آ گیا تھا۔

"مجھے اس سے ملنا ہے۔"اس کے ارادے مضبوط تھے۔

"جتنا معاملہ خراب پہلے ہو چکا ہے تم شیور ہو وہ ساتھ کھڑا ہونا بھی پسند کرے گی؟"حرا ان دونوں کی کلاس میٹ اور رباب کی گہری دوست تھی۔

"مجھے اس سب کا قصوروار مت ٹھہراؤ جس کا ذمہ دار میں نہیں تھا۔"اس کی پیشانی پر بل نمودار ہوئے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مگر اب وہ منگنی شدہ ہے۔" حرا نے سمجھانا چاہا۔

"کون سی منگنی؟ میں نے قبول نہیں کی۔ منگنیاں ٹوٹ بھی تو جاتی ہیں۔" جانے حلق میں کیا آپھنسا تھا۔ اس نے آنکھیں بلا جھجک جھپکیں۔ حرا نے اس بے آرامی محسوس کرتے ہوئے گہری سانس خارج کی۔ "تم اسے میرے لیے سمجھاتی کیوں نہیں ہو؟ تم تو سب جانتی ہو نا؟" وہ اس کی کیوں نہ سنتی بھلا۔

"شاہ ویز جو ہوا وہ بہت برا تھا۔ بہت بھیانک۔۔ میں اس سے کیا کہوں؟ سچ تو یہ ہے کہ وہ تمہارے بارے میں کچھ سننا نہیں چاہتی۔" وہ چاہ کر بھی خود کو روک نہ سکی۔ شاہ ویز نے ہیلمٹ اتار کر بائیک پر ٹکایا۔ اس کا دل یکدم ہی بھاری ہو گیا۔

"کیا کہتی ہے وہ؟" اس نے نگاہ اٹھا کر کچھ جھجکتے ہوئے دیکھا۔

"وہ بس کچھ سننا نہیں چاہتی۔ اس کا دل تمہاری جانب سے کڑوا ہو چکا ہے۔" حرا نے سامنے دیکھا جہاں سے رباب آ رہی تھی۔ رباب شاہ ویز کی بائیک دیکھ چکی تھی اور اس کا انداز بھی سرد ہو چکا تھا۔ وہ نزدیک نہیں آئی تھی۔ شاہ ویز کی نگاہ گویا اٹک سی گئی۔ وہ تقریباً بھاگتا ہوا اس کی جانب بڑھا تھا۔

"کیوں آئے ہو؟" اب کی بار وہ بھاگی نہیں تھی۔ڈٹ کر مقابلہ کر رہی تھی۔شاہ ویز کو اس کا یوں سرد مہری سے بات کرنا اچھا نہیں لگا۔

"تمہارے لیے آیا ہوں۔میرے پاس کوئی دوسرا شخص نہیں رباب۔۔" اس کی نگاہیں سافٹ ہو گئی تھیں۔وہ اسے ایسے دیکھ رہا تھا جیسے اسے دیکھنے لیے ہی بے چین تھا۔

"میرے پاس اب ہے!" یہ چار الفاظ محض چار الفاظ نہیں تھے۔۔شاہ ویز کو اپنا دل مٹھی میں قید محسوس ہوا۔اس کی آنکھوں میں کچھ تھا کہ شاہ ویز پلک نہیں جھپک سکا۔وہ نفرت نہیں تھی۔۔وہ غصہ تھا۔شدید غصہ۔۔

"نہیں۔۔ایسا مت بولو۔۔میں۔۔میں سب ٹھیک۔۔"

"تم کچھ ٹھیک نہیں کر سکتے۔۔اور نہ میں چاہتی ہوں کہ اب تم کچھ بھی ٹھیک کرو۔میرا پیچھا چھوڑ دو۔میں بار بار تمہارا سامنا کر کے اپنے ماضی کے اس وقت پر افسوس نہیں کرنا چاہتی جو میں نے تمہارے ساتھ گزارے، شاہ ویز۔میری غلطی تھی۔میں نے ایک غلط انسان کو مستقبل سمجھا۔" اس کے الفاظ تیر کے مانند تھے جو پلٹ نہ سکے۔اس کا لہجہ شدید کڑوا ہو چکا تھا۔حرا دور ہی کھڑی تھی مگر سب سن سکتی تھی۔اس کی آواز تیز اور بلند تھی۔"چند ہفتوں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

میں میری شادی ہے اور میں خوش رہنا چاہتی ہوں۔ تم چھوڑ دو اب۔۔ ساری کوششیں اب بے کار ہیں کیونکہ اب میری کوئی ایسی خواہش نہیں۔"

"میں۔۔ میں تمہیں شادی نہیں کرنے دوں گا۔" اس کی کنپٹی کی نسیں پھول رہی تھیں۔

"میں نے جذبات تم پر تمام کیے ہیں میں تمہیں ایسے ہی کسی کے ساتھ رخصت ہوتا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔"

"تم مجھے بتاؤ گے مجھے کیا کرنا ہے؟ وہ وقت اب گزر گیا ہے شاہ ویز۔ جو تمہاری ماں کر چکی ہیں اس کے بعد میں اعوان ہاؤس کبھی نہیں آنا چاہوں گی۔" وہ آگے بڑھنے لگی۔

"میں معافی مانگوں گا۔ قدموں میں بیٹھ جاؤں گا۔ اماں کی رضامندی کی اب کوئی ضرورت نہیں۔۔ سارے معاملات ابی دیکھیں گے رباب۔۔ میں پہلے بھی کسی کو شریک نہیں کرتا مگر میری ماں کی شرکت تمہارے بابا کی شرط تھی۔ میں پہلے بھی سب کچھ خود کرنے کے لیے تیار تھا۔ تم میری محبت پر یوں سوال نہیں اٹھا سکتی۔ مجھے یہ روگ مت دو۔" اس کی آنکھیں سرخ ہونے لگیں۔ "تمہیں مجھ پر یقین نہیں ہے یا میری محبت پر؟" اس نے ایک آخری سوال کیا تھا۔ رباب کا دل نے جھرجھری لی تھی۔

"مجھے تم سے منسلک کسی بھی شے کی اب طلب نہیں۔۔"اس نے پلٹ کر دیکھا تھا اور شاہ ویز نے ان آنکھوں میں نمی دیکھی تھی۔یہ آج کے دن کی وہ تکلیف دہ بات تھی جو پھانس کی طرح شاہ ویز کے دل میں گڑ گئی تھی۔وہ اس کے سامنے سے ایسے نکل گئی تھی جیسے کبھی زندگی میں تھی ہی نہیں۔۔شاہ ویز نے اپنی آنکھوں میں نمی محسوس کی۔آنکھ کی نمی اس کے اندر کا اشتعال کم نہ کر سکا۔وہ ابھی تک اپنی بات پر قائم تھا۔رباب رفیق صرف شاہ ویز کی محبت تھی۔

---☆☆☆---

ہفتوں گزر گئے۔آج مراد تھانے لیٹ پہنچا تھا۔کراہنے کی آواز آنے پر مراد نے باہر کا دورہ کیا تھا۔

"کیا ہو رہا ہے؟"وہ تین آدمی تھے جن میں سے ایک کا حال کچھ زیادہ ہی خراب ہو چکا تھا۔

"چوری کرتے ہوئے پکڑے گئے ہیں ڈی ایس پی صاحب۔"یکدم ہی سلطان نزدیک آیا اور قریب آکر کان میں گویا ہوا۔"یہ نیلی شرٹ والا وہی لڑکا ہے جس کا آپ نے کہا تھا جی۔۔بڑا بدمعاش ہے یہ تو!یہ تو آج لوگ اسے مار رہے تھے تو کسی نے اطلاع کر دی پولیس کو۔۔انہوں نے کہا دکان کا سامان دھمکیوں سے ہتھیا رہا تھا۔"مراد نے کچھ حیرانی سے اس آدمی کو

دیکھا۔ شکل سے ہی چور اور لڑکیاں چھیڑنے والا لگتا تھا۔ وہ بمشکل اپنی ہنسی چھپا پایا۔ حیرت ہے رباب کے ابا اس شخص سے ڈور باندھنا چاہتے تھے۔

"کیا معاملہ ہے؟ کیوں کر رہے تھے چوری؟" اس نے ماتھے پر بل بچھائے۔

"وہ بڈھا جھوٹ بولتا ہے۔ سالا حرام خور اس ماہ کا۔۔" وہ نیلی شرٹ والا حسیب تھا۔ منہ ہی منہ میں بڑبڑاتا چلا جا رہا تھا جب اس کے ساتھی نے اسے کندھا مارا۔

"صاحب جی ہم تو بس سامان لینے گئے تھے۔ ذرا سا چچا جی کو چھیڑنے لگے وہ تو دل پر لے گئے اور پولیس بلوالی۔ پھر پورے محلے سے پٹوایا۔ ہمارا قصور کوئی نہیں ہے جی۔۔" اس کا ساتھی ہاتھ جوڑتا ہوا بولا۔

"اوئے جھوٹ نہیں اوئے! بتا رہی تھی ایک عورت کہ تم لوگ کیسے اس کی لڑکی کو چھیڑتے ہو اور باہر گھر کے نشے کرتے رہتے ہو۔۔ شرم نہیں آتی باپ کی عمر کے آدمی کو گالی دیتے ہوئے؟ سنا ہے بھتہ بھی مانگتے ہو؟" کہتے ساتھ ہی چھڑی ان کے کمر پر پڑی تھی اور ہر پڑتی چھڑی کے ساتھ مراد کے تاثرات حیران کن ہوتے جا رہے تھے۔

"کس نے بتایا جی آپ کو یہ؟ جھوٹ ہے سراسر۔۔" حسیب نے مزحمت کی۔ سلطان نے کن انکھیوں سے مراد کو دیکھا۔ اب کسی کو کیا خبر تھی کہ مراد نے ہی سلطان کو دو ہفتوں سے ان پر

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

نظر رکھنے کا کہا تھا تاکہ صحیح موقع پر کوئی جرم کرتے ہوئے پکڑ لیے جائیں۔ مراد نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر حسیب کی طرف بڑھا۔

"بیوی بچوں کا ہی خیال کر لو اپنے!" مراد نے یکدم ہی جان کر پوچھا اور حسیب کے چہرے پر کچھ کھوجنے لگا۔

"نہیں جی ہماری تو کوئی بیوی نہیں۔۔اور جھوٹ بولتی ہے جی وہ عورت!" حسیب نے کالر چھڑا کر کہا۔ "اس کی لڑکی کا خود چکر ہے میرے سے۔۔بلاتی ہے وہ مجھے!" اس نے زیر لب اس عورت کو گندی گالی دی۔ مراد نے معاذ کی جانب دیکھا جو اس کے کہنے پر دور وڈیو بنا رہا تھا۔ وہ ایک جانب سے مسکراتا ہوا پیشانی کھجانے لگا۔ "مجھے چھوڑ دیں۔ قسم کھاتا ہوں اب نہیں لگاؤں گا اس گھر کا چکر۔۔میری شادی ہے ویسے بھی۔۔اب تو توبہ کرتا ہوں آئندہ ایسا کیا تو۔۔" وہ پلٹتے مراد کو بے ساختہ چونکا گیا۔

"شادی ہے؟؟" اس نے یکدم ہی خود کو سنبھالا اور گلا کھنکھار کر گویا ہوا۔ "کب ہے شادی؟"

"پرسوں!"

"واہ بھائی! چکر کسی سے اور شادی کسی سے۔۔" سلطان زوردار ہنسی ہنس پڑا۔

"جس کے ساتھ چکر چلاتے ہیں اس کے ساتھ شادی تھوڑی نا کرتے ہیں جی۔۔" مراد کا جی چاہا اس کی سوچ کو کوسے۔اسے کوفت محسوس ہوئی۔

"جانے دو اسے۔۔ تھانہ ناپاک کر دیا۔" اسے اب تک اس کے الفاظ یاد تھے۔وہ تینوں فوراً ہی نودو گیارہ ہو گئے۔

"پر مراد سر۔۔" معاذ حیران ہوا۔"انہیں چھوڑنے کے لیے تو نہیں پکڑا تھا۔کم از کم دو دن تھانے میں تو گزارتے۔"

"ہمارے پاس کافی ثبوت ہیں معاذ۔تم اسی محلے میں جاؤ اور مزید لوگوں سے اس کے بارے میں جانو۔جس خبیث طبیعت کا یہ آدمی ہے یقیناً کئی کاموں میں ملوث ہو گا۔ایک ایف آئی آر اور ساری کایا پلٹ!" وہ اپنے روم کی جانب بڑھ گیا۔

---☆☆☆---

کافی دنوں سے بے چینی اور جسمانی تکلیف ان کا ذہن کھا رہی تھی۔وہ آج پھر گھٹ گھٹ کر رو رہی تھیں۔سجدے میں پڑے انہیں آدھے گھنٹے سے زیادہ بیت گیا تھا۔زمل کا چہرہ خیالوں پر حاوی تھا۔انہیں اس کے آنسو یاد تھے۔۔تکلیف یاد تھی۔ہچکیاں سی بندھ گئیں۔

"یہ اتنی رات کو لائٹ کیوں کھلی چھوڑ دی جاہل عورت!" ایک دھاڑ کی آواز اس خاموشی میں گونجی تھی اور ان کا دل ایک بار پھر سہم گیا تھا۔ انسان کو ایک چیز کی عادت کبھی زندگی نہیں ہوتی اور وہ 'ظلم' ہے۔ وہ سجدے سے اٹھیں اور آنے والے کا چہرہ دیکھنے لگیں۔ کمرے میں اندھیرہ چھا گیا۔ جہانگیر وہ آخری لائٹ بھی بند کر چکے تھے۔ وہ انہیں اس اندھیرے میں بھی گھور رہے تھے اور یہ اندھیرہ بھی مائرہ کو ان نگاہوں سے بچا نہ سکا تھا۔

"میں نماز پڑھ رہی تھی۔" ان کی آواز حلق میں ہی دب کر رہ گئی۔

"سجدہ اتنا لمبا تھا مجھے لگا مر گئی۔" وہ ہنسے اور پھر ہنستے چلے گئے۔ مائرہ کے دل میں ٹیس سی اٹھی۔

"آپ چاہتے ہیں میں مر جاؤں؟" وہ گھٹی گھٹی سی آواز میں بولیں۔ جہانگیر نے آستین کے کف موڑ کر کہنیوں تک چڑھائے اور ان کی پشت کو دیکھا جس پر ڈوپٹہ پھیلا ہوا تھا۔

"تم ایسی بیماری ہو جس کی دوائی نہیں ہے۔ مریض مرنے کا خواہشمند ہو مگر یہ بیماری جیسے جان نہ چھوڑتی ہو۔ نہ زندہ رہنے دیتی ہو اور نہ مرنے دیتی ہو۔ تم حلق کا کانٹا ہو جو کافی سالوں سے اٹکا ہوا ہے۔ نہ نیچے جاتا ہے اور نہ باہر آتا ہے۔ جس دن تم مر جاؤ گی اس دن تمہارے گھر

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

مٹھائی بھجواؤں گا۔" انہوں نے تفصیلی انداز میں اس قدر گہرائی سے دل آزاری کی کہ مائرہ کو سانس لینے کے لیے منہ کھولنا پڑا۔ ان کا دم گھٹنے لگا۔

"تو مجھے چھوڑ کیوں نہیں دیتے؟ مجھے میرے بیٹے کے حوالے کیوں نہیں کر دیتے؟ وہ مجھے کبھی مرنے نہیں دیتا۔" ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ جہانگیر بستر پر لیٹ چکے تھے۔

"میں چاہتا ہوں وہ حرام کی اولاد تیری موت کا روگ لے کر مرے۔ بدبخت، بے غیرت نسل!"

"نن۔ نہیں ایسا مت کہیں۔" ٹپ ٹپ آنسو جائے نماز پر گرتے چلے گئے۔ وہ ہنستے ہنستے کب سو گئے مائرہ کو اندازہ نہیں ہو سکا۔ وہ آج بھی پچھلی راتوں کی طرح جاگنے والی تھیں۔ تکلیف کے دن بڑھتے جا رہے تھے اور جانتی تھیں جب تکلیف بڑھ جاتی ہے تو موت سر پر آ کھڑی ہوتی ہے۔ ان کے دماغ میں وجیح اور زمل کا خیال حاوی ہونے لگا۔ انہیں ابھی کچھ تحریر کرنا تھا۔ تحریر کو مکمل کرنا تھا۔

---☆☆☆---

"میں نے چیز کیک بنایا ہے۔" زمل نے غازی کو اپنا کیک دکھا کر تعریف کا انتظار کیا۔

"کھانے سے پہلے ہی بتادوں اچھا نہیں بنا۔" اس نے ابھی تو چکھا بھی نہیں تھا۔ یکدم ہی لاؤنج کا دروازہ بجا تھا اور آنے والے نے اپنا استقبال خود کیا تھا۔

"ارے زوبیہ!" غازی کو خوشگوار حیرت ہوئی۔

"صرف زوبیہ؟" اس نے سینے پر ہاتھ باندھ کر گھورا۔

"ارے میری نہ ہونے والی زوبیہ چچی۔۔ کبھی تو ہار مان لیا کرو۔ اصلی چچی آجائیں گی جب مانو گی؟"

"چچی تو میں ہی بنوں گی۔" وہ ابھی تک اپنی بات پر اڑی ہوئی تھی۔

"کیسی ہیں آپ زوبیہ؟" زمل نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"میں تو ٹھیک ہوں اور دیکھو آج میں نے مٹن بنایا ہے۔ میں تھوڑی دیر تک دے جاؤں گی۔ باقی سب کیسے ہیں؟ مراد بھی نہیں دکھتا اب تو!"

"مراد صاحب آج کل کام میں مصروف ہیں۔ وہ ہمیں بھی نہیں دکھتے۔" غازی کیک کا پورا پیس چٹ کر گیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"آپ ہمارے ساتھ بیٹھیں نا۔ میں آپ کے لیے کیک پیس نکال کر لاتی ہوں۔" زمل جلدی سے کچن کی جانب بڑھنے گئی۔

"ارے ہاں پہلے یہ تو بتاؤ شاہ ویز کہاں ہے؟" وہ صوفے پر آ بیٹھی۔

"ارے زوبیہ بیٹا کیا ہی بتاؤں۔" غازی کی ٹون فوراً بدلی تھی۔ "بڑا دکھی ہے ہمارا شاہ ویز۔"

"ہیں! اللہ خیر کرے کیا ہوا؟ ابھی اس کی چچی زندہ ہے! کیا ہوا بتائے کوئی مجھے بھی!" وہ بہت دنوں بعد آئی تھی لیکن اس کا جوش وہی پرانا تھا۔

"وہ یاد ہے نا رباب؟"

"ہاں ہاں شاہ ویز اس سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ مناتا ہی رہتا تھا بھابھی کو۔۔"

"ہاں بس وہی۔۔ پرسوں شادی ہے اس کی! اور دلہا شاہ ویز نہیں ہے۔ یہی غم کھا گیا ہمارے شاہ ویز کو!"

"آئے ہائے اللہ خیر کرے کہاں گیا شاہ ویز؟" وہ گویا اچھل ہی پڑی۔

"زندہ ہے! بس آج کل اس کا دماغ خراب رہتا ہے۔ اب اس کا موڈ بھی خراب رہتا ہے اس لیے کوئی بھی اس سے بات نہیں کرتا۔ جانے اس کے دماغ میں کیا کیا چلتا رہتا ہے۔" وہ ابھی مزید کہتا اگر زینے اترتے شاہ ویز کی نگاہیں خود پر محسوس نہ کر لیتا۔ وہ اسے غصے سے گھور رہا

تھا۔ماتھے پر بل تھے اور دانت سختی سے پیسے ہوئے تھے۔غازی کو چپکی ہی لگ گئی۔شیر کے منہ میں ہاتھ ڈالنا خطرہ تھا۔

"ارے شاہ ویز۔۔کیسے ہو؟اور کیا بتا رہا ہے یہ غازی؟مجھے یقین نہیں آتا۔رباب ایسا نہیں کر سکتی۔۔وہ کیسے کسی اور سے شادی کر سکتی ہے؟وہ بھی تو محبت کرتی ہے نا تم سے!"زوبیہ کو بہت برا لگا۔زمل خاموشی سے اس کے آگے کیک کی پلیٹ رکھ کر ساتھ بیٹھ گئی۔وہ کوئی مکالمہ ادا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"وہ مجھ سے محبت نہیں کرتی۔"اس کے دل میں پھندہ سا لگا۔تھوک نگلنا مشکل ہو گیا۔

"نفرت ہے اسے مجھ سے۔۔"

"کیا اس نے ایسا کہا؟"

"اس کے انداز،تاثرات سب یہی کہتے ہیں۔۔"اس کی آنکھیں ہلکی سرخ تھیں۔۔واضح محسوس ہوتا تھا کہ وہ صبح سے کمرے میں خود کو بے حال کرتا رہا ہے۔

"تم اسے شادی کرنے دو گے؟"جانے یہ سوال زوبیہ نے کیوں پوچھا تھا۔غازی اور زمل کی نگاہیں ساتھ اس پر اٹھیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"ایسا میں نے کب کہا؟" وہ ہنس پڑا۔ "وہ میری بیوی نہیں بننا چاہتی اب تو نہ بنے۔۔ میں اسے اس کمینے سے شادی نہیں کرنے دوں گا۔ اس سے تو بہتر ہے وہ شادی ہی نہ کرے۔۔ اچھا ہے پھر میں بھی ساری زندگی ایسا ہی بیٹھا رہوں گا اور وہ بھی۔۔" اس کے ارادے خاصے مضبوط تھے۔ زمل کو جھرجھری آئی۔

"نہیں شاویز۔۔ تم ایسا نہیں کر سکتے۔" زمل یکدم ہی بول اٹھی۔ "تم اس کی زندگی مشکل کرو گے؟"

"میری زندگی آسان ہے کیا؟ تم نہیں سمجھو گی۔ تم میں سے کوئی کچھ نہیں سمجھے گا کیونکہ تم لوگوں نے محبت نہیں کی نا۔ سالوں سال ایک شخص پر وقف نہیں کیے نا۔ میری محبت مذاق ہی تو ہے۔ تمہاری نظر میں اور اب دنیا کی نظر میں۔۔ میں جاؤں گا وہاں اور دیکھتا ہوں انکل مہمانوں کے سامنے مجھے کیسے داخل ہونے سے روکتے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں وہ میری موجودگی میں کیسے کسی اور شخص کو قبول کرتی ہے۔ اگر ضد ہے تو ضد ہی سہی۔۔ اس سنگ دل کی سنگ دلی ہی سہی۔۔" اس کا چہرہ خطرناک حد تک سخت ہو چکا تھا۔ غازی کو چپکی لگ گئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں مدد کروں گی تمہاری۔" زوبیہ کچھ ٹھہر کر بولی۔ "میں سمجھ سکتی ہوں تمہیں۔۔ میں نے کی ہے محبت۔۔ سالوں سال ایک شخص پر ہی وقف کرتی آئی ہوں شاہ ویز۔ میں کروں گی مدد!" اس کی بات غازی اور زمل دونوں کو دھچکا ہی دے گئی۔

"زوبیہ یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔" زمل نے اس کی تصحیح کرنی چاہی۔

"تم میری مدد کرو گی؟" شاہ ویز نے سرخ آنکھوں سے اسے دیکھا۔ "اور کیسے کرو گی مدد؟ مجھے نہیں چاہیے۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔ وہ تمہیں ایسے ہی اندر نہیں جانے دیں گے لیکن میں تو جا سکتی ہوں۔ میں رباب سے بات کر سکتی ہوں۔۔ اور جو بھی ہے وہ لڑکا' بس تم میری اداکاری دیکھنا۔ کافی ماہر ہوں میں۔۔" وہ پیچھے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی جبکہ شاہ ویز اس کے آئیڈیے پر غور فرمانے لگا۔ زمل نے دونوں کو ایسے دیکھا جیسے دونوں ہی پاگل ہوں۔ وہ اپنی محنت سے بنایا کیک لے کر وہاں سے اٹھ ہی گئی۔

---☆☆☆---

اس کی آنکھ یکدم ہی کھلی تھی۔ حلق میں کانٹے چبھ رہے تھے۔ اس نے اٹھتے ساتھ ہی جگ کو ہی منہ لگا لیا۔ دم گویا گھٹ سا رہا ہو۔ وہ دونوں ہاتھ سر پر رکھ کر آنکھیں موند گیا۔ آج جمعے کا

دن تھا۔۔ مگر آج کا دن باقی دنوں سے مختلف تھا۔اس نے آنکھیں موند کر دھیرے سے کھولیں۔اس نے کمرے سیدھی کی اور بستر پر چتا لیٹ گیا۔وہ سوچنے لگا ر باب اس وقت کیا کر رہی ہو گی۔آج اس کا نکاح تھا۔کیا وہ چین کی نیند سو رہی ہو گی؟ شاید اسے خبر بھی نہیں ہو گی کہ شاہ ویز کی سانسوں کی ڈور اس کے ہاتھوں میں الجھ سی گئی ہے۔فجر کا وقت تھا۔۔دور آذانوں کی آواز کان میں پڑتے ہی اس کا دل کانپ سا گیا۔اس کی آنکھوں میں کتنے دنوں کے ضبط کے بعد آنسو آ گئے۔وہ آنکھیں تکلیف سے میچ گیا۔وہ تھک گیا تو با قاعدہ رو گیا۔اس کی آنکھیں جلنے لگی تھیں۔دل پھٹ رہا تھا۔کاش وہ اسے اپنا حال بتا پاتا۔اسے یکدم ہی نماز کا خیال آیا۔وہ سوچنے لگا انسان کتنا مفاد پرست ہے۔۔ مجبوری میں خدا کو یاد کرتا ہے۔ صبح کی خاموشی اور خدا کے سامنے سجدہ اس کی تکلیف کچھ کم کر گئی تھی۔جانے وہ کتنی دیر سجدے میں روتا ہی رہا۔زبان دعا مانگنے کے لیے گویا بند ہی ہو گئی۔ پھندہ سا لگ گیا۔وہ نم اور سرخ آنکھوں سے خدا کے سامنے ہاتھ پھیلائے بیٹھے رہا۔وہ تو سب جانتا تھا۔۔خدا سب جانتا تھا۔

---☆☆☆---

"کیا اس لڑکی کے گھر والے ایف آئی آر کٹوانے کو تیار ہیں؟" وہ اپنی وردی کو ٹھیک کرتا ہوا آئینے پر ایک آخری نگاہ ڈالتا ہوا مڑ گیا۔کال کی دوسری جانب اسے تسلی بخش جواب ملا تھا۔

"ٹھیک ہے۔۔ان سے کہو بارہ بجے تک تھانے پہنچ جائیں۔میں بھی نکل رہا ہوں۔ٹائم کا خیال رکھنا ہے۔" وہ کال رکھ کر زینے اترتا ہوا نیچے آیا تھا جب اس نے زوبیہ کو خوب چمکتے کپڑوں میں دیکھ حیرانی ظاہر کی۔"تم کہاں چلی؟ہم نے ڈھولکی رکھی ہے کیا اپنے گھر؟" جھمکے سے لے کر لپ اسٹک تک۔۔وہ خوب تیار تھی۔

"میں بھی یہی دیکھ رہی ہوں۔یہ لڑکی صبح اتنی تیار ہو کر کیوں آئی ہے۔؟" لبنی نے لمحہ بھر اس کو دیکھا تھا۔

"ارے مجھے جانا ہے ناذر اکام سے۔۔" وہ بات ہی گول کرنے لگی۔حقیقت تو یہ تھی کہ اتنے دنوں بعد مراد کو دیکھ کر اس کا دل خوش ہو بیٹھا تھا۔

"کام سے؟" مراد نے سر تا پیر اسے ایسے دیکھا جیسے وہ کوئی پاگل دیوانی ہو۔"اللہ ہی رحم کرے۔۔" وہ لاحول پڑھتا ہوا باہر نکل گیا۔

"کون سا کام بیٹی؟" ابی بھی باہر آ گئے تھے۔

"بس ایک کام ہے آپ کے پوتے کا ابی جان۔ہو سکتا ہے آپ کی بھی ضرورت پڑ جائے۔ بس فون ساتھ ہی رکھے گا۔" وہ خوش مزاجی سے زلفیں لہراتی ہوئی بولی۔شاہ ویز پندرہ منٹ بعد ہی زینے اترتا نیچے آیا تھا۔سفید کرتے پر نیچے جینز پہنا ہوا تھا۔زوبیہ جو خود کی تیاری پر

عش عش کر رہی تھی وہیں شاہ ویز کا حلیہ دیکھ کر منہ بگاڑ گئی۔"جینز کے اوپر کرتا؟ایک چیز تو پوری پہن لیتے۔۔ایسے جاؤ گے ؟"اس نے کوسا۔زمل تو دونوں کو اوپر سے دیکھ کر ہی پلٹ گئی۔اب تو کوئی طوفان ہی آنے والا تھا۔مراد نے صحیح کہا تھا۔۔اللہ ہی رحم کرے۔

"میرے باپ کی شادی تھوڑی ہے۔۔تمہیں بھی تھوڑا کم ہونا چاہیے تھا۔ایسا نہ ہو وہ اس خبیث سے تمہارا ہی نکاح پڑھا دیں۔۔پوری دلہن بن کر جا رہی ہو۔"وہ طنزیہ بولا۔

"استغفر اللہ !توبہ کرو شاہ ویز۔میں تیار ہونے کا موقع کا کبھی نہیں گنواتی۔اب چلو۔"وہ چابی اٹھاتا سر جھٹک کر آگے بڑھ گیا۔

---☆☆☆---

"کیا کہتے ہیں یہ ؟"وہ تھانے پہنچ کر ہی اپنے منصوبے پر لگ چکا تھا۔

"کہہ رہے ہیں کہ ان کی لڑکی کو ہراس کرتا رہا ہے۔محلے میں خوف کا ماحول ہے اس لیے کوئی نام نہیں لیتا اس کا۔آخری بار سنا ہے کہ دھمکانے بھی گھر پہنچ گیا تھا۔ویسے مراد سر یہ ہے بہت بد معاش قسم کا آدمی !لڑکی کالج سے آتی تھی تو تصویریں اتارتا رہا ہے۔پھر کہنے لگا کہ شادی کرو تو لڑکی نے منع کر دیا۔اب اس کی اتاری ہوئی تصویریں نکلوا کر اس کے گھر بھیج رہا تھا۔لڑکی کا باپ کہہ رہا تھا پچھلے کچھ دنوں سے تھانے کا چکر لگانے کی ہمت کر رہے تھے۔وہ تو

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اچھا ہوا پرسوں ہم نے پکڑ لیا اسے۔۔یہی بات انہیں ہمت دے گئی کہ وہ ایف آئی آر کٹوانے آ گئے۔"مراد امپریس ہوا تھا۔کہانی تو خود ہی تیار تھی۔۔حقیقی کہانی۔

"ٹھیک ہے پکڑتے ہیں اسے۔۔آپ کو کچھ اور کہنا ہے؟"وہ اب کی بار لڑکی کے باپ کی جانب متوجہ ہوا۔

"کچھ نہیں سر جی ہم تو پریشان ہیں۔لڑکی ہماری سارا دن روتی رہتی ہے۔نہ کالج گئی پچھلے دنوں نہ گھر سے نکل سکی۔ہمیں بہت پریشان کیا ہے اس آدمی نے۔جانے کتنی لڑکیوں کو تنگ کرتا ہے اور یہ اکیلا نہیں ہے۔اس کے دو تین لفنگے دوست بھی یہی سب کرتے رہے ہیں۔جانے کس لڑکی کی قسمت پھوٹی ہے کہ اس کا باپ اپنی بیٹی کی شادی اس سے کروا رہا ہے۔"

"صحیح ہے آپ فکر نہ کریں۔ہمارے ساتھ رہیں تاکہ ہم اسے ایکسپوز کر سکیں۔"وہ گاڑی کی چابی سلطان کے ہاتھ میں رکھتا ہوا اپنے روم کی جانب چلا گیا۔ظہر کی آذان ہونے والی تھی۔اسے خوب خبر تھی۔۔ہر ایک چیز کی تفتیش کروا رکھی تھی۔اس نے کہا تھا وہ شاہ ویز کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہے اور وہ درست کہتا تھا۔

---☆☆☆---

گاڑی گلی کے باہر روکی گئی تھی۔

"خدا کا واسطہ ہے یہ اتنے بڑے جھمکے تو اتار دو زوبیہ۔۔ نکاح میں سب سے زیادہ خوش تم لگو گی۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔

"ہیں کیوں بھئی؟"

"ہم شادی تروانے جا رہے ہیں شادی کروانے نہیں! اتنی لال لپ اسٹک لگا کر اور لو جی! ہتھیلی میں مہندی بھی لگائی ہوئی ہے؟ تم تھوڑی سی دیوانی ہوز زوبیہ میڈم؟ انہیں لگے گا دلہے کی بہن ہو! خیر لگتی بھی ہو۔۔" وہ کچھ منہ بنا کر بولا اور گاڑی سے اتر گیا۔

"احسان فراموش آدمی مجھے اس بے غیرت شخص کی بہن بنا رہا ہے۔" وہ ان دو دنوں میں سب چیزوں سے باخبر کر دی گئی تھی۔ اپنا لہنگا سنبھالتی وہ اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی جب سڑک پار کرتے ہوئے ایک مانگنے والی عورت نے دونوں کو روکا۔

"ارے خوش رہو اپنی محبت کا صدقہ تو دے دے بیٹا!" زوبیہ ہنس پڑی تھی جبکہ شاہ ویز نے عجیب سا منہ بنا کر زوبیہ کو دیکھا۔

"یہ میری ماں کی عمر کی عورت ہے!" وہ آگے بڑھ گیا تھا البتہ زوبیہ جل بھن گئی۔

"میں اس کی چچی کی عمر کی ہوں آنٹی! آپ یہ لیں میں دیتی ہوں پیسے۔۔" وہ انہیں سو کا نوٹ پکڑا کر اس کے پیچھے تقریباً بھاگتی ہوئی بڑھی۔ "آہستہ چلو میں آ رہی ہوں۔"

"مجھ سے دور رہو۔ لوگ غلط سمجھ رہے ہیں۔ تمہیں لانا ہی غلطی تھی۔" رباب کے گھر کے باہر چھوٹا سا ٹینٹ لگا ہوا تھا۔

"چڑچڑے مت ہو۔ چلو میں تو اندر جاتی ہوں فالحال۔۔ تم باہر ہی رکو۔ پہلے مجھے بات کر آنے دو رباب سے۔۔" وہ وہیں رک گیا تھا اور زوبیہ عورت ہونے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اندر چلی گئی تھی۔ بظاہر تو اس سے کسی نے پوچھا نہیں لیکن رفیق صاحب تھوڑا دیر الجھ گئے تھے۔

"میں رباب کی دوست ہوں۔ وہ کہاں ہے؟" حیرت تھی۔۔ جس طرح سے شادی ہو رہی تھی رباب نے اپنی ایک ہی دوست حرا کو بلایا تھا۔ پھر بھی وہ اثبات میں سر ہلا گئے۔

"بیٹے وہ اندر ہے۔۔ سیدھے ہاتھ پر کمرہ ہے اس کا۔" وہ مردانے میں گئے تو زوبیہ فائدہ اٹھاتی کمرے میں داخل ہو گئی۔ اندر باہر کے مقابلے میں قدرے خاموشی تھی۔ رباب تیار ہوئی سنگھار میز کے ساتھ سامنے بیٹھی تھی جبکہ حرا اس کا ڈوپٹہ ٹھیک کر رہی تھی۔ کسی کی آہٹ محسوس کرتے ہوئے رباب نے زوبیہ کو آئینے کے عکس میں دیکھا۔ وہ الجھی ہوئی نظر آتی تھی۔۔ خاموش، جیسے خون چہرے سے نچڑ گیا ہو۔ زوبیہ کو اس کی حالت پر ترس آیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آپ کون ہیں؟"اس نے یکدم ہی پوچھا۔وہ جواباً خاموش رہی۔دھیرے دھیرے چلتے ہوئے اس کی نگاہوں کے سامنے سنگھار میز کے پاس کھڑی ہو گئی۔

"تمہیں شادی مبارک ہو۔"وہ مسکرا بھی نہ سکی۔۔رباب نے بمشکل اور زبردستی ہونٹ پھیلائے۔

"شکریہ۔آپ حسیب کی طرف سے ہیں؟"ایک لمبی خاموشی چھا گئی۔یکدم ہی زوبیہ کا موبائل بج اٹھا۔شاہ ویز کی کال تھی۔اس نے خاموشی سے کان پر لگایا۔

"کیا ہو رہا ہے؟نکاح شروع ہونے والا ہو گا۔میں اندر آ رہا ہوں۔"وہ گلی کے کونے پر ہی کھڑا تھا۔زوبیہ رباب کی الجھی شکل دیکھتی رہی۔

"نہیں پانچ منٹ دو۔ابھی وقت ہے۔"اس نے کال کاٹ دی تھی۔رباب شاہ ویز کی آواز نہیں سن پائی تھی۔"تم خوش ہو رباب؟"حرا اور رباب نے کچھ عجیب سی نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا اور زوبیہ کو دیکھنے لگیں۔کمرہ مکمل سجا ہوا تھا۔گلاب کی خوشبو ماحول کو خوبصورت بنا رہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیا میں جان سکتی ہوں آپ کس کی طرف سے آئی ہیں؟ میں نہیں جانتی آپ کو۔۔" وہ بے پناہ خوبصورت تھی۔۔ زوبیہ سوچنے لگی کہ رباب ان تصویروں سے بھی زیادہ خوبصورت تھی جو شاہ ویز اسے دکھایا کرتا تھا۔

"میں شاہ ویز کی طرف سے آئی ہوں۔" ماحول میں سناٹا چھا گیا۔ حرا حیران و پریشان رہ گئی جبکہ رباب ساکت تھی۔ اس کا مزاج یکدم ہی سخت ہونے لگا۔

"کیوں؟ اور کیا وہ بھی یہاں ہے؟ کون سا تماشا لگانے آیا ہے؟" وہ کھڑی ہو گئی۔

"کیوں کر رہی ہو شادی؟ میں جانتی ہوں تم خوش نہیں ہو۔۔ سب جانتے ہیں رباب! شاہ ویز کو مرنے مت دو۔ تم خود کی محبت کو کیوں داؤ پر لگانا چاہتی ہو؟" وہ بولتی چلی گئی۔

"بس کریں! کون ہیں آپ؟ اور کیا چاہتی ہیں؟" اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ "مجھے نہیں یاد کرنی شاہ ویز کی محبت! یہاں سے جائیں اور اسے بھی لے جائیں! اس سے کہیں کہ میری شادی ہو جانے دے اور خود بھی کر لے کسی سے شادی۔۔" اس کی آنکھوں کا کاجل پھیلنے لگا تو حرا ٹشو پکڑتی اس کی جانب بڑھی۔ "میں نے بہت مشکل سے سنبھالا ہے خود کو۔۔ پلیز میری زندگی آسان کریں! جو کچھ ہوا اس سب کے بعد میں اعوان ہاؤس کی شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتی۔" اس کے دل میں پہلے ہی ہول اٹھ رہے تھے لیکن اگر یہی قیمت تھی زوبیہ کو

یہاں سے بھجوانے کی تواد اکرنے کو تیار تھی۔ باہر مردانے سے شور کی آوازیں آنے لگیں۔ وہ تینوں چونکتے ہوئے باہر کی طرف بڑھے تھے۔ زوبیہ کا شک یقین میں بدل گیا۔۔ وہ شاہ ویز ہی تھا۔

"کون ہے یہ چچا اور یہاں کیوں آیا ہے؟" حسیب چیخ رہا تھا۔

"تم یہاں کیوں آئے ہو؟ جاؤ یہاں سے!" رفیق صاحب نے شاہ ویز کا گریبان پکڑ لیا تھا۔

"میں نہیں جاؤں گا۔۔ اور ہاں میں شاہ ویز ہوں۔۔ اور مجھے لگتا ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔" اس کے چہرے پر نفرت بھری مسکراہٹ تھی۔ حسیب کو یونیورسٹی کے دن یاد آ گئے۔

"اوہ تو یہ خبیث، حرام زادہ وہی ہے نا جس کے ساتھ تیری بیٹی نے گل چھرے اڑائے تھے؟ جس کی وجہ سے رفیق چچا تو مجھے رباب کا ہاتھ نہیں دے رہا تھا؟ ارے میری شرافت ہے کہ اس سب کے بعد بھی تیری بیٹی کو اپنا رہا ہوں ورنہ جہاں تجھ پر بھی اور تیری بیٹی پر بھی تھوکے!" یہ الفاظ تھے یا تیر۔۔ شاہ ویز کے سیدھا سینے میں چبھے۔ وہ غراتا ہوا اس کی جانب بڑھا تھا اور مکا اس کے جبڑے پر مارا تھا۔ حسیب دیوار سے جا لگا۔ ناک اور منہ دونوں سے خون رسنے لگا۔ گویا ایک ہنگامی کیفیت چھا گئی۔ رباب باہر نکل آئی تھی۔ محلہ جمع ہونے لگا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اس نے شاہ ویز کو چیخ کر پکارنا چاہا مگر وہ شاید ہوش سے بیگانہ ہو چکا تھا۔رفیق صاحب بڑھنے لگے کہ حسیب نے غصے سے انہیں دور دھکیلا اور شاہ ویز کی جانب بڑھا۔اس کی طرف کیا گیا وار شاہ ویز کے رخسار پر ایک گہرا نشان چھوڑ گیا تھا۔وہ ابھی اس کی جانب بڑھتا ہی کہ رباب نے اسے شانے سے پکڑ کر پیچھے گھمایا۔وہ ان مہندی والے ہاتھوں کو دیکھ کر پہچان گیا کہ تھامنے والا کون ہے۔وہ یکدم ہی کسی کمزور حالت میں پلٹا تھا جب رباب کا ہاتھ اس کے چہرے پر سرخ نشان چھوڑ گیا۔سناٹا چھا گیا۔

"کیوں نہیں چھوڑ دیتے مجھے؟ کیوں میری اور میرے باپ کی جان لینے پر تلے ہو؟" وہ چیختے چیختے بری طرح رو پڑی۔

"رباب۔۔" وہ بس اتنا ہی کہہ سکا۔

"کیا رباب؟ نہیں ہے مجھے تم سے محبت! سمجھ نہیں آتی تمہیں؟ میری نفرت دیکھنا چاہتے ہو؟ بھاڑ میں گئے تم اور تمہاری محبت شاہ ویز! میری زندگی عذاب مت کرو خدارا!" اس کے الفاظ کی تکلیف آج سب سے زیادہ محسوس ہوئی۔وہ لمحوں میں اس کی محبت سے دستبردار ہوئی تھی۔لوگ جمع ہوتے چلے گئے۔یکدم ہی پولیس کی گاڑی کا سائرن بجا تھا اور چند آفیسرز اندر آئے تھے۔اب اس چھت کے نیچے عجیب افراتفری سی پھیل گئی۔رباب اور رفیق

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

صاحب حیرانی سے آنے والے آفیسرز کو دیکھ رہے تھے۔زوبیہ بھی چونک سی گئی البتہ حسیب پیچھے سے نکل کر بھاگنے لگا جب اندر آتے مراد نے بھاگتے حسیب کو گردن سے دبوچ کر اندر کھینچا تھا۔حسیب کی ماں چیخ پڑی۔

"اسلام علیکم رفیق صاحب!" وہ اندر داخل ساتھ پھیلا ہوا منظر دیکھ کر قدرے چونک اٹھا۔ شاہ ویز اور پھر اس کے پیچھے دلہن سے زیادہ دلہن بنی ہوئی زوبیہ جواب اسے دیکھ کر جھینپتی ہوئی مسکرا رہی تھی۔شاہ ویز رباب سے نگاہ ہٹاتا ہوا مراد کو دیکھنے لگا۔وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر حیران تھے۔

"تم کیوں آئے ہو؟" اس نے مراد پر گہری نگاہ ڈالی۔

"میں بھی زوبیہ کو دیکھ کر یہی سوچ رہا تھا۔" مراد نے جیسے ہی زوبیہ کا نام لیا' زوبیہ منہ چھپانے لگ گئی۔"نہیں زوبیہ جی اب منہ مت چھپائیں۔یہی کام تھا نا آپ کا؟" وہ شرمندگی سے مسکرا دی۔

"تم؟ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ یہ پولیس یہاں کیوں ہے؟" رفیق صاحب اسے وردی میں دیکھ کر خاصا حیران تھے۔انہیں خبر نہیں تھی کہ مراد ڈی ایس پی تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اوہ جی ہم تو گرفتار کرنے آئے ہیں اس بدمعاش کو! محلے کی جن گھروں کی عورتوں کو چھیڑتا ہے انہوں نے ایف آئی کٹوادی ہے ہر اسمنٹ پر۔۔اچھا موقع ہے جی مراد سر؟ایک اور معصوم کو اپنے چنگل میں پھنسا رہا تھا۔"انسپکٹر سلطان نے ارد گرد نگاہ دوڑائی۔رباب پیچھے ہو گئی البتہ شاہ ویزاب بھی اس تھپڑ اور ان الفاظ کو اپنے کانوں میں گونجتا محسوس کر سکتا تھا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟ یہ میرا بھتیجا ہے اور میرا داماد بھی۔"

"نکاح ہو گیا؟"مراد بے ساختہ پوچھ اٹھا۔

"نہیں۔۔"جواب زوبیہ نے دیا تھا۔

"تو پھر صرف بھتیجا ہے آپ کا یہ،رفیق صاحب! دو دن پہلے بھی تھانے میں مار کھا کر آیا ہے۔بتایا نہیں اس نے؟اس کے ماں باپ نے بھی خبر نہیں دی؟"مراد نے ایک نظر اس عورت کو دیکھا جو پہلے تو بہت چیخ رہی تھی اور پھر اس آدمی کو جو ویل چیئر پر تھا۔وہ یقیناً حسیب کا باپ تھا۔"آج اس کے خلاف کلئیر کمپلین ہوئی ہے۔ایک نمبر کا چور اور خبیث انسان ہے۔لڑکیوں کو چھیڑتا ہے اور ان کی تصویریں اتارتا ہے۔اسے گاڑی میں ڈالو۔"مراد نے اسے سلطان کے حوالے کیا۔رفیق صاحب کا ہاتھ بے ساختہ دل کی جانب بڑھا تھا۔لوگ چھٹنے لگے۔مجمع خالی ہوتا چلا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"یہ کیا ہو گیا۔۔یہ کیسے ہوا۔۔"وہ صدمے میں ہوش سے بیگانے ہو گئے۔"میری بیٹی کی عزت۔۔میں لوگوں کو کیا منہ دکھاؤں گا۔۔"وہ روتے چلے گئے۔رباب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔جانے یہ بوجھ ہٹنے کے آنسو تھے یا باپ کو تکلیف میں دیکھنے کے۔۔حسیب کے ماں باپ تو بیٹے کے پیچھے چیختے چلاتے دوڑ پڑے۔انہیں اندر والوں سے کوئی سروکار نہیں تھا۔

"کیسی عزت رفیق صاحب؟بیٹی کی جان سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا۔اس آدمی کے ہتھے چڑھتی تو زندگی قیامت بن کر گزرتی۔آپ کو شکر ادا کرنا چاہیے کہ وہ بچ گئی۔"مراد سامنے بیٹھ گیا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو مگر۔۔مگر اب میں کیا کروں گا۔کیا دنیا رہنے دے گی؟"وہ سر ہاتھوں میں دے گئے اور آواز کے ساتھ رونے لگے۔رفیق صاحب اس حال پر جا پہنچے تھے جہاں انہیں اپنی عزت بچانے کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔وہ شاہ ویز کو دیکھتے چلے گئے۔"تم۔۔تم کرنا چاہتے تھے نا بیٹے؟تم رباب کو اپنانا چاہتے تھے نا؟"عورتیں اندر جھانک رہی تھیں۔ہر سوچ مگوئیاں ہو رہی تھیں۔رفیق صاحب گھبرا گئے۔گویا گیم ہی پلٹ گیا اور وہی ہوا جو مراد جانتا تھا۔وہ لوگوں سے خوف کر گئے۔شاہ ویز کی آنکھیں حیرانی سے پھیلنے لگیں۔اس نے یہ سب اس طرح کبھی نہیں چاہا تھا۔

"میں آج بھی اسی کا خواہشمند ہوں۔" یہ اس کی جانب سے سادہ سا مگر مظبوط جملہ تھا جو اس نے رباب کو بے تاثر نگاہوں سے دیکھتے ہوئے ادا کیا تھا۔ وہ الفاظ اس تھپڑ سے زیادہ تکلیف دہ تھے جو رباب کے منہ سے نکلے تھے۔ حالانکہ وہ رباب کی سنگ دلی اور پتھر الفاظ بھولا نہیں تھا۔ مراد نے یکدم ہی زوبیہ کو دیکھا جس کے چہرے پر مطمئن مسکراہٹ تھی۔ اس کے دل میں ایک سکون بھری لہر دوڑی تھی۔ رباب کہیں پیچھے ہی کھڑی شاہ ویز کی پشت تک رہی تھی۔ عجیب سماں تھا۔۔ کیا سے کیا ہو چلا تھا۔ اس کا دل ہلکا ہو رہا تھا۔ کم از کم اب اس کی زندگی میں حسیب شامل نہیں ہونے والا تھا۔

"ہمیں پہلے بھی منظور تھا رفیق صاحب! آج بھی ہم رباب کو اتنا ہی چاہتے ہیں۔ ہم میں سے کوئی بھی ایسے حالات نہیں چاہتا تھا مگر حسیب کے بارے میں جو کچھ سنا وہ بہت برا تھا۔" مراد نے حصہ لیا۔ "ثبوت کے لیے پولیس نے ویڈیو میں ریکارڈ کی ہے جہاں اس نے واضح اعترافِ جرم کیا ہے۔"

"میں اس نکاح پر تیار ہوں۔ تم۔۔ تم۔۔ تم میری بیٹی سے نکاح کر لو۔" وہ اٹھ کر شاہ ویز کے نزدیک آئے۔ شاہ ویز سوچنے لگا وقت بدلتے دیر نہیں لگتی۔ وہ رفیق صاحب کا چہرہ بغور دیکھنے لگا۔

آدھے گھنٹے بعد ابی، غازی سمیت زمل بھی یہاں موجود تھی۔ کسی کو سمجھانے کے لیے وقت بہت کم تھا اس لیے وعدہ کیا گیا کہ گھر جا کر مکمل داستان سنائی جائے گی۔ البتہ رباب کا مارا گیا شاہ ویز کو تھپڑ بھی زوبیہ نے چٹکارے لے کر سنایا تھا۔ رباب شرمندہ تھی۔۔ مگر وہ اب ناخوش نہیں تھی۔ لبنیٰ چچی کو ذرا بھنک نہ پڑنے دی تھی۔ آنے والا وقت ڈرانے لگا لیکن شکر تھا کہ ایک مصیبت ٹل گئی تھی۔ اس سب میں ایک شخص سب سے زیادہ خاموش تھا۔

دورانِ نکاح رباب نے شاہ ویز کو نگاہ اٹھا کر تسلی سے دیکھا تھا۔ وہ گھر والوں کے درمیان بمشکل مسکرا ضرور رہا تھا لیکن اس کے پیچھے کی خاموشی بہت گہری تھی۔ اسے ان الفاظ پر تکلیف ہوئی جو کمزور لمحوں میں منہ سے ادا ہوئے مگر الفاظ بھی کمان کا تیر تھے۔۔ جب نکل گئے تو واپس نہیں لوٹے۔

وہ خوش تھا۔۔ اطمینان اور سکون اس کی رگوں میں دوڑ رہا تھا۔ 'قبول ہے' کہ بول بولتے ہوئے اس کو یکدم ہی چند منٹوں پہلے ادا ہوئے رباب کے الفاظ یاد آئے تھے۔۔ وہ تمانچہ یاد آیا تھا اور اس نے دل سے نکاح میں اسے قبول کیا تھا۔ عجیب بات تھی۔۔ پل میں وقت ہی بدل گیا۔ وہ جو صرف حسیب سے شادی تڑوانے گیا تھا اور خود اسے اپنی بیوی بنا کر لوٹ آیا تھا گویا دعا سود سمیت مکمل ہوئی تھی۔ اسے وہ حاصل ہو گئی تھی۔ دل سے ایک بار اتر گیا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اب دنیا دھیرے دھیرے رنگین نظر آنے لگی تھی۔ابی نے اس کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ رکھا تھا۔ماحول گویا بدل گیا۔ابی اور زمل ہلکا پھلکا مذاق کرنے لگے۔رباب کافی دیر بعد پہلی بار زمل کی بات پر مسکرائی تھی۔نکاح کے بعد شاہ ویز اٹھ کھڑا ہوا تھا۔مراد بھی کچھ دیر کے لیے وہیں ٹھہر گیا۔رباب نے اس کا یوں اٹھنا واضح محسوس کیا۔وہ ادھر ادھر دیکھتا ہوا سپاٹ چہرہ لیے باہر نکل گیا۔ایک بہت بڑا بوجھ اتر گیا تھا اور اب وہ تمام باتیں یاد آرہی تھیں جو شاہ ویز کا دل چیر گئی تھیں۔وہ بے چینی محسوس کرتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔تھوڑی دیر بعد گھر جانے کا شور ہوا تو شاہ ویز کی تلاش ہونے لگی۔وہ باہر گاڑی میں ہی بیٹھ گیا تھا۔شور اس کے کان میں چبھنے لگا۔

"ہم اپنی بہو کے الفاظ پر بے حد شرمندہ ہیں۔"دور بیٹھے ابی نے رفیق صاحب کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر شرمندگی سے کہا۔رفیق صاحب کی نگاہیں نہ اٹھ سکیں۔"وہ جلد آپ سے معافی مانگنے لوٹے گی۔میرا بچہ بہت اچھا ہے۔۔وہ یقیناً آپ کا اپنا بیٹا بن کر دکھائے گا۔میرے گھر والوں اور بچوں کی جانب سے جو دکھ آپ کو پہنچا ہے اس کے لیے ہمیں معاف کر دیں۔آپ کی بیٹی اب ہماری بیٹی ہے۔۔میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کو اپنے کیے اس فیصلے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

پر کبھی دکھ نہیں ہو گا۔" انداز جھینپا ہوا پر عزم تھا۔ رفیق صاحب ابی جان کی عمر کا لحاظ کرتے ہوئے جھک سے گئے۔

"شاید میری بیٹی کا نصیب میں شاہ ویز ہی تھا۔ کاش یہ خوبصورت کام کسی اور طرح انجام پاتا۔ مجھے پوری امید ہے اس پر جو آپ نے کہا۔" وہ کافی دیر ایک دوسرے سے گفتگو کرتے رہے۔

"ارے دلہن بیٹی کا ڈوپٹہ تو کوئی دیکھے۔ زمل اور زوبیہ اس کی مدد کرو۔ شاہ ویز باہر ہی ہے۔ وہ گاڑی اندر لے آئے گا۔" ابی بڑھ چڑھ کر خوشی میں حصہ لینے لگے۔ رفیق صاحب بہت بہتر نظر آتے تھے۔ رباب کو گلے سے لگائے ڈھیر ساری دعاؤں میں رخصت کر کے اسے شاہ ویز کی گاڑی میں ڈرائیونگ سیٹ کے برابر بٹھا دیا تھا۔ فیصلہ یہ ہوا کہ دلہا اپنی بیوی کو خود ڈرائیو کر کے لائے گا اور باقی سب غازی کی گاڑی میں گھر جائیں گے۔ مراد ایک گھنٹے کا ٹائم لیتا ہوا دوبارہ تھانے چلا گیا تھا۔ طے یہ ہوا کہ اعوان ہاؤس کے باقی افراد کو گھر پہنچ کر اطلاع دی جائے گی۔۔ یہ خوبصورت حادثہ بے حد خوبصورت ثابت ہوا تھا۔

مغرب ہونے لگی تھی جب سب گھر کے لیے نکل گئے تھے۔ آج موسم پچھلے دنوں کے مقابلے تھوڑا ٹھنڈا تھا۔ شاہ ویز خاموشی سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ برابر بیٹھی رباب کی کلائیوں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کے گجرے گاڑی میں مہک رہے تھے۔اس نے ہلکی سی گردن پھیر کر شاہ ویز کو دیکھا۔دل زور سے دھڑک رہا تھا۔کیسے قسمت نے رنگ دکھایا تھا۔۔وہ اس کی بیوی بن کر اس کے ساتھ گاڑی میں بیٹھی تھی۔بے یقینی سی محسوس ہونے لگی۔اس نے اپنے ہاتھوں کی مہندی کو دیکھا تو ایک جگہ نگاہ پڑی۔دل تک کڑوا ہو گیا۔ ہتھیلی میں درمیان میں مہندی سے حسیب کا نام درج تھا۔اسے یاد تھا مہندی والی بضد تھی۔اس نے ہتھیلیاں نیچے کر لیں اور اس خاموشی کو محسوس کرنے لگی۔چوڑیوں کی کھن کھن گاڑی میں گونجنے لگی۔ کھڑکیاں بند تھیں اور گاڑی میں اے سی چل رہا تھا۔

ٹریفک کی وجہ سے راستہ طویل ہو گیا۔خاموشی اب کاٹنے سی لگی تھی۔وہ خاموش تھا۔۔چپ تھا اور وہ جانتی تھی ایسا کیوں تھا۔وہ مارے شرمندگی کے ایک لفظ تک نہ ادا کر پائی۔گھر آ گیا تھا اور زمل سمیت سب باہر ہی استقبال کے لیے کھڑے تھے۔وہ گاڑی سے اترا اور دوسری جانب کا دروازہ کھولا۔اسے اتارنے کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی کیونکہ باقی اس کام کے لیے آگے بڑھ آئے تھے۔اسے اندر لاؤنج میں لے آیا گیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تمہیں نیا گھر مبارک ہو، رباب!" زمل نے بے پناہ محبت اور اپنائیت سے کہا۔ اسے لبنیٰ تائی سے خوف آرہا تھا جو ابھی تک نظر نہیں آئی تھیں۔ وہ اپنے آپ کو شاید کمرے میں ہی بند کر گئی تھیں تاکہ کسی کا سامنا نہ ہو سکے۔

"شکریہ۔۔" وہ شرمائی شرمائی سی تھی۔

"دیکھو جو ہوا سو ہوا۔ تمہارا نصیب یہیں لکھا تھا میری بیٹی! اب نئی زندگی کا اچھا آغاز کرنا۔" ابی کی بات پر وہ مسکرا دی۔

"اور دیکھو دیکھو میری مہندی بھی کام آگئی۔ صبح تو اتنا برا بھلا کہہ رہا تھا شاہ ویز کہ ایسا لگ رہا ہے تمہاری شادی ہے! حالانکہ اسے بھی نہیں پتا تھا کہ اس کی ہو جائے گی۔" سب ہنس رہے تھے اور وہ بس صوفے کے پیچھے کھڑا سر سری سا مسکرا رہا تھا۔ ابی نے بہت پیار سے شاہ ویز کا چہرہ دیکھا تھا اور دل ہی دل میں اسے پیار کیا تھا۔ شاہ ویز کو لگا جیسے وہ تھک گیا ہو۔ اب دل کی ساری پریشانیاں ختم ہوئی تھیں تو جسم بھاری محسوس ہو رہا تھا۔ نیند کے بوجھ سے آنکھیں بھاری ہو رہی تھیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"زمل میں بہت تھک گیا ہوں۔اوپر جا رہا ہوں۔جب تم لوگ فارغ ہو جاؤ تو اسے میرا کمرہ دکھا دینا۔" وہ زمل کے کان میں سرگوشی کرتا ہوا اوپر کی جانب بڑھ گیا البتہ پیچھے غازی اسے پکارتا ہی رہ گیا۔

"اس نے بہت کچھ برداشت کیا ہے اس عرصے میں۔۔وہ کچھ دنوں میں ٹھیک ہو جائے گا۔" زمل نے فوراً شاہ ویز کی طرفداری کی۔رباب کی مسکان پھیکی پڑ گئی۔"تم بھی تھک گئی ہو گی نا رباب؟آؤ تمہیں کمرے میں چھوڑ آؤں۔"زمل کو لگا کہ اب اسے شاہ ویز کے ساتھ ہونا چاہیے۔وہ اسے راستہ دکھاتی ہوئے اوپر بڑھ گئی۔

---☆☆☆---

وہ آفس میں تھا جب اسے شاہ ویز کی شادی کی خوشخبری ملی۔اسے ٹیکسٹ کرنے والا غازی تھا۔آخری میں ایک شکوہ بھی تھا جس میں واضح لکھا گیا تھا کہ گھر یاد آجائے تو ایک بار ملنے آجانا ہم سے۔۔وہ مسکرا دیا۔اس خبر نے اسے کافی چونکایا تھا مگر وہ جانتا تھا بوائز کے پاس یقیناً کوئی پلان ہو گا۔وہ خوش تھا اور یہی وجہ تھی کہ آج کا دن خوشگوار گزرا تھا۔اسے آنے والے دنوں میں شاید دوبارہ آسٹریلیا کا دورہ کرنا پڑے' یہ سوچ کر وہ اپنے کام کو ہی زندگی بنا بیٹھا۔ہر جانب سے خیر کی خبریں آرہی تھیں۔وہ دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ ایسے ہی ایک بار اس

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کی ماں کی جانب سے بھی خیر کی خبر ملے تو شاید زندگی آسان ہو جائے۔ مگر یہ خواب تھا۔۔ اور واقعیت ناگوار ہوتی ہے۔

---☆☆☆---

وہ چوڑیاں اتار رہی تھی جب اس نے آئینے کے عکس میں شاہ ویز کو دیکھا۔ وہ گھڑی اتار کر سائیڈ میز پر رکھ رہا تھا۔ یہ کمرہ اس کی سوچ سے بھی زیادہ بڑا تھا۔ کمرے کی دیواریں سفید تھیں اور فرنیچر پورا سیاہ۔ ایک جانب اس کا سوٹ کیس رکھا تھا جو وہ ساتھ لائی تھی۔ کیا خوبصورت خواب سا تھا۔۔ اس نے کہاں سوچا تھا کہ اس کی منزل یکدم ہی بدل جائے گی۔ شاہ ویز نے اسے ایک بار بھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ واش روم سے فریش ہو آیا' جب تک رباب نے اپنی جیولری اتار کر میز پر رکھ دی۔ کمرے کی کھڑکی کھلی ہوئی تھی اور پردہ تیز ہوا کی وجہ سے لہرا رہا تھا۔ شاہ ویز نے نماز ادا کی اور جانے کتنی دیر سجدے میں ہی رہا۔ وہ اسے مگن ہوئی دیکھنے لگی۔ اسے پہلا والا شاہ ویز یاد آنے لگا۔۔ جس کو وہ یوں ہی دیکھتی رہتی تھی اور وہ اسے اس کے دیکھنے پر نثار ہوا جاتا تھا۔ وہ نماز پڑھ چکا تھا۔ رباب ویسے ہی سنگھار میز کی کرسی پر بیٹھی رہی۔ شاہ ویز نے ایک ترچھی نگاہ اس پر ڈال کر کمرے کی کھڑکی بند کی اور اے سی چلا دیا۔

"ایسے ہی دیکھتی رہو گی یا چینج بھی کرو گی؟"اس کا لہجہ نہ نرم تھا نہ سخت۔وہ قدرے بھاری جوڑا پہنے ہوئی تھی اور وہ درست کہتا تھا۔اسے اب چینج کر لینا چاہیے تھا۔وہ سوچنے لگی شاہ ویز نے اس کی ایک بار بھی تعریف نہیں کی۔وہ اٹھ کر اپنا سوٹ کیس کھینچنے لگی جو کافی وزنی تھا۔اس کی کوششوں پر تکتے ہوئے شاہ ویز آگے بڑھا تھا اور دھیرے سے سوٹ کیس پکڑ کر اسے بستر پر لٹا دیا تھا۔رباب ہونٹ کاٹنے لگی۔اس نے آرام دہ سوٹ نکالا اور چینج کر آئی۔چہرہ اب میک سے صاف شفاف تھا۔وہ یونہی ہونٹ کاٹتی ہوئی بستر کی دوسری جانب بیٹھ گئی۔

"شاہ ویز۔۔"اس کی بیوی بننے کے بعد اس نے پہلی بار شاہ ویز کو پکارا تھا۔وہ لیٹ چکا تھا اور اب اس کی آنکھوں پر بازو تھا تاکہ روشنی اس کی نیند کو ڈسٹرب نہ کر سکے۔شاہ ویز نے بازو ہٹایا۔

"ہوں۔"اس کا مختصر جواب رباب کی آنکھیں نم کر گیا۔

"اجنبی کیوں بن رہے ہو؟"

"یہی تھے نا ہم۔۔ہم دونوں کے رشتے سے محبت کو نکال دو تو پیچھے کیا بچتا ہے؟تم نے یہی کیا۔بچ گئی صرف اجنبیت!"وہ دوبارہ آنکھوں پر بازو رکھ کر آنکھیں موند گیا۔رباب کے آنسوؤں میں تیزی آ گئی۔وہ خاموش یوں ہی آنسو بہانے لگی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"شاہ ویز۔۔" وہ اس کی گیلی آواز محسوس کر سکتا تھا۔

"سو جاؤ رباب۔۔ میں بہت راتوں کا جاگا ہوا ہوں۔ آج نیند مکمل کرنے دو۔" لائیٹ دھیمی ہو گئی تھی اور گویا بات ختم! وہ چپ چاپ کتنی دیر یوں ہی بیٹھی رہی اور کافی فاصلہ رکھ کر لیٹ گئی۔ آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی۔ وہ آج کے دن کو شروع سے سوچنا چاہتی تھی۔ یہ کایا کیسے پلٹی۔

---☆☆☆---

وہ اس کے اٹھنے سے پہلے اٹھ چکا تھا۔ زمل نے آج یونیورسٹی کی چھٹی کر لی تھی۔ صبح ناشتہ بناتے ہوئے وہ سوچ رہی تھی کہ پچھلا دن کتنا عجیب و غریب بیتا۔ ناحاصل حاصل ہو گیا اور تخت ہی پلٹ گیا۔

"تم کہاں جا رہے ہو؟" وہ آج ناشتہ بنانے کے حوالے سے جلدی اٹھی تھی جب اس نے شاہ ویز کو باہر نکلتے ہوئے دیکھا۔

"جم جا رہا ہوں۔ جلدی آ جاؤں گا۔" اسے یاد آیا شاہ ویز کا رباب سے کترانے والے برتاؤ۔

"اور رباب؟ وہ اٹھ گئی؟" اس نے فریج سے گوندھا ہوا آٹا نکالا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میری نیندیں اطینان سے اڑا کر وہ چین کی نیند سوتی ہے، زمل۔ خود دیکھ لو یار۔ میں جا رہا ہوں۔" اس کا لہجہ سخت نہیں تھا مگر شکوہ کناں تھا۔ وہ واقعی چلا گیا۔ زمل نے ایک گہری سانس بھری اور کچن کی جانب بڑھ گئی۔

لبنیٰ تائی کا دروازہ کھلا تھا اور وہ باہر نکلی تھیں۔ جانے کیوں زمل کا دل خوف سے تیزی سے دھڑکنے لگا۔

"اس کو بتا دینا اس کا باپ آ رہا ہے کل۔۔ جو بغیر علم میں رکھے یہ شادی کر آیا ہے نا۔" اوہ یعنی بڑے تایا کو خبر پہنچ چکی تھی۔

"میں ناشتہ بنا رہی ہوں سب کے لیے۔۔ آپ بھی آ جائیں۔ آج تو ساتھ ناشتہ کر لیں تائی جان۔ گھر میں ایک فرد کا اضافہ بھی ہوا ہے۔" وہ بمشکل بول سکی۔

"کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ اس مصیبت کو تو میں اتاروں گی۔ نہیں ہے قبول مجھے وہ اپنی بہو! میرا بیٹا کھا گئی اور اسے میرے منہ پر کھڑا کر گئی۔ طلاق دلوا کر اسے گھر سے نکلواؤں گی یا زہر کھلا دوں گی۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی دوبارہ کمرے میں چلی گئیں۔ ان کی باتیں اس قدر کڑوی تھیں کہ زمل پل بھر کے لیے ساکت خوفزدہ رہی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اللہ رحم کرے ان پر۔۔" وہ لبنیٰ تائی کے لیے دعا ہی کر سکتی تھی جو اپنے بیٹے کی خوشیوں کی دشمن بنی بیٹھی تھیں۔اس نے سر جھٹکتے ہوئے کچن کا رخ کیا۔

---☆☆☆---

"لو بھئی! آج تھوڑا خوش ہو جاؤ۔ تمہارے بھتیجے کی شادی کی مبارکباد دے کر گیا ہے۔" وہ آج صبح صبح گنگنا رہے تھے۔ ملازمہ مائرہ کی طبیعت کی وجہ سے سوپ بنا کر لائی تھی۔

"کون؟ کون دے کر گیا ہے؟" وہ یکدم ہی اپنی تکلیفیں بھول کر پوچھ بیٹھیں۔ جہانگیر نے انہیں سر تا پیر دیکھا اور خوب قہقہہ لگایا۔

"تمہیں لگا کہ تمہارے گھر میں سے کوئی ہو گا؟ کس کی مجال جو میرے ولا پر قدم رکھے؟" وہ تمسخرانہ لہجے میں بولے۔ مائرہ نے تھوک نگل کر جھینپتے ہوئے نگاہیں نیچے کر لیں۔ وہ ان کے قریب آئے اور گردن سے انہیں دبوچا۔ "تیری موت پر بھی قدم نہ رکھنے دوں میں انہیں۔" دانت پیس کر ایک ایک حروف ادا کیا تھا۔ گرم سوپ کا پیالہ الٹ گیا اور گرم گرم مائرہ کے بدن پر بہہ گیا۔ وہ تکلیف سے بری طرح چیخ اٹھیں۔

"میرا جسم! میرا بدن جل رہا ہے۔۔"گلا ان کے ہاتھوں میں تھا۔۔آواز گھٹنے لگی۔انہوں نے تیزی سے ہلنا چاہا تو کمر کے زخم گھسنے کی وجہ سے چھل گئے۔"آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل آئے۔

"مرتی رہ۔۔"ان کا گلا زور سے بھینچ کر انہوں نے چھوڑا۔وہ اذیت کے مارے بلبلاتی رہیں جب اندر آتی ملازمہ کو انہوں نے کھری کھری سنائی اور باہر نکال دیا۔"جلتا رہنے دے اس کو۔۔"وہ سامنے کھڑے تھے اور اطمینان سے تماشہ دیکھ رہے تھے۔"جانتی ہے کس نے خبر دی؟اعوان ہاؤس کے پڑوسی ان پر زیادہ نظر رکھتے ہیں۔۔میرے کام میں ساتھ رہتا ہے۔ شاہ ویز لے کر آیا ہے بیوی بنا کر ایک چھوٹے گھر کی لڑکی کو۔۔ناک تو کٹ گئی ہو گی۔"وہ بولے اور پھر ہنسنے لگے۔"میری بھی کٹ گئی تھی جب اعوان ہاؤس کا کچرہ سمیٹ کر خان ولا میں پٹخا تھا۔غلط فیصلے کو صحیح کرنے کا ایک ہی حل ہوتا ہے۔۔"ان کے چہرے پر ایک مکار مسکراہٹ نمودار ہوئی۔"غلط فیصلے کو ختم کر دو۔"وہ بستر سے گر چکی تھیں اور تڑپتی تڑپتی نیم بے ہوشی کی حالت میں پڑی تھیں۔آج انہوں نے پہلی بار خود کے لیے موت مانگی۔ایک آخری دعا مانگی۔اس بدصورت زندگی سے جان کی آزادی مانگی اور آنکھیں موند لیں۔

---☆☆☆---

کھانے کی میز خوب لوازمات سے تیار ہو رہی تھی۔ رباب گلابی رنگ کا خوبصورت سوٹ پہنے لاؤنج میں داخل ہوئی تھی۔ ابی کے کمرے سے تلاوت کی آواز آ رہی تھی۔ شاید ان کے کمرے میں ٹی وی آن تھا۔ زمل نے ڈوپٹہ کمر پر باندھا ہوا تھا اور بار بار اندر باہر کر رہی تھی۔

"زمل۔۔" اس نے دھیرے سے اسے پکارا۔

"ارے رباب۔۔ ادھر آ جاؤ۔" اس کی آواز میں خوشی تھی۔ نئے گھر میں صبح بے حد مختلف محسوس ہو رہی تھی۔

"کیسی ہو؟ میں تمہاری مدد کروا دوں؟" وہ قریب بڑھنے لگی جب زمل نے روکا۔

"نہیں بالکل نہیں۔ شادی کے شروع کے دن تو مکمل شوہر کے ساتھ ہی گزارو صرف۔۔ ویسے بھی کام کا مسلہ نہیں ہوتا۔ ناشتہ تو میں ہی بناتی ہوں۔" زمل نے اس کے آگے جوس کا گلاس رکھا۔ وہ مسکرانے لگی۔ "تم نے گھر نہیں دیکھا نا۔۔ باہر بڑا لان ہے' تمہیں پسند آئے گا۔" وہ گلاس تھامتی ہوئی زمل کی بات پر باہر نکل آئی۔ ہلکی ہلکی دھوپ لان میں اچھی لگ رہی تھی۔ یہ جگہ واقعی کشادہ تھی۔ اس نے گہری سانس اندر کھینچ کر باہر نکالی۔ وہ شاہ ویز کے گھر میں اس کی بیوی کی حیثیت سے تھی۔ یہ احساس کتنا خوبصورت تھا۔ اسے لبنی کے وہ الفاظ یاد آئے تو دل میں جھرجھری سی ہوئی۔ خدا کی بھی کیسی مصلحت تھی۔ آج وہ اسی چھوٹے گھر

سے آئی بہو کی حیثیت سے لبنی کی بہو تھی۔ یکدم ہی مین گیٹ کھلا اور شاہ ویز اندر داخل ہوا۔ وہ ورک آؤٹ فٹ میں تھا۔ بھرے بھرے بازو جم کی وجہ سے مضبوط اور ابھرے ہوئے تھے۔ بال پسینے کی وجہ سے نم ہو رہے تھے اور چہرہ شفاف۔ ہاتھ میں ایک بوتل تھی جس کو منہ سے لگاتے ہوئے وہ پانی پی رہا تھا۔ وہ دور ہی کھڑی رہی۔ اسے پیار سے تکتی رہی۔ یکدم ہی اس کے دماغ میں کیا خیال آیا وہ جلدی سے اس کی جانب بڑھی۔

"آپ اتنی صبح کہاں گئے تھے؟" وہ اس کی موجودگی سے بے خبر اندر بڑھ رہا تھا جب سائیڈ سے وہ نمودار ہوئی۔ آواز کانوں میں محسوس کرتے ہوئے اس نے تھوک نگلا۔ کیا خوبصورت سما تھا کہ اب رباب کی آواز وہ اعوان ہاؤس میں سنا کرے گا۔ دل میں ایک چین سا اترا۔

"جم سے آرہا ہوں۔" اس نے آنکھوں میں نہیں دیکھا۔ یہ ایک ایسی ناراضگی تھی جو وہ اتنی جلدی مٹا نہیں سکتا تھا۔

"لائیں مجھے دے دیں یہ واٹر باٹل!" اس نے ہاتھ بڑھایا۔ وہ اس اس بہانے سے کام کرنا چاہتی تھی۔ شاہ ویز نے ترچھی نگاہ اس پر ڈالی۔

"یہ اتنی بھاری نہیں ہے کہ میں اٹھا نہیں سکتا۔" وہ خوبصورت لگ رہی تھی یا شاید وہ ہی اس کے لیے پاگل تھا۔ نظریں چراتا ہوا اندر کی جانب بڑھ گیا۔ رباب نے اس کے لہجے کی اجنبیت محسوس کرتے ہوئے گہری سانس خارج کی اور اس کے پیچھے اندر داخل ہو گئی۔

"تم آ گئے۔۔ آ جاؤ ناشتہ کر لو۔" ابی بھی میز پر آ گئے تھے۔ غازی کو زبردستی لایا گیا تھا۔

"میں فریش ہو کر آتا ہوں۔" وہ تیزی سے اوپر کی جانب بڑھ گیا اور رباب کشمکش میں پڑ گئی کہ اسے کیا کرنا چاہیے؟ کیا اسے شاہ ویز کے پیچھے جانا چاہیے؟ زمل نے اس کی پریشانی بھانپتے ہوئے اسے میز پر ہی انوائٹ کر لیا۔

"تم چھوڑو اسے ہمارے پاس آ کر بیٹھو! بہت ساری باتیں بھی تو کرنی ہیں۔" باتوں کا ایک دور دوبارہ شروع ہو گیا تھا۔ رباب پہلی بار یوں مل رہی تھی۔ غازی ایک بہت کول قسم کا لڑکا تھا جسے چوبیس میں سے تئیس گھنٹے صرف مستی اور مذاق سوجھا کرتا تھا۔ شاہ ویز بھی آ گیا تھا۔ وہ اس کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"اتنے لوازمات کس خوشی میں؟" اس نے حیرانی سے زمل کو دیکھا۔

"تمہاری شادی کی خوشی میں۔۔ ارے آج تو پہلا دن ہے نا رباب کا!" زمل نے بے اختیار کہا۔ اسے شاہ ویز کافی دنوں بعد نارمل محسوس ہوا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"بھابھی صرف آپ کی خاطر مجھے اتنی صبح اٹھایا گیا ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی؟" غازی جو اتنی دیر سے سر جھکائے بیٹھا تھا' اٹھ بیٹھا۔

"ناشتہ کرو غازی! آفس بھی جانا ہے۔" اب کی بار ابی بولے تھے۔ وہ فوراً سیدھا ہوا۔

"ارے ابی میں تو کہتا ہوں ولیمہ بھی کر دیں!"

"ہاں ابھی چند دن ٹھہر کر۔۔ پہلے شاہ ویز کا باپ آجائے اور مائرہ اور رخسانہ کو بھی تو بتانا ہے۔ رخسانہ تو جب سے پردیس کی ہوئی ہے پوچھتی بھی نہیں۔" انہوں نے چائے کی پیالی لبوں کو لگائی۔

"کیسا لگا تمہیں ہمارا بھائی، رباب؟" زمل دونوں کے درمیان کچھ فاصلہ محسوس کرتی ہوئی بولی۔ شاہ ویز نے کن انکھیوں سے بیوی کو دیکھا۔ رباب کو حیا سی آئی۔

"پوچھ تو ایسے رہی ہو جیسے اس نے پہلی بار دیکھا ہو مجھے۔۔" شاہ ویز خود ہی بول پڑا۔

"ارے تم خاموش رہو! اب تو شادی ہو گئی ہے نا۔ شادی سے پہلے اور شادی کے بعد کے حالات مختلف ہوتے ہیں۔ تم بتاؤ رباب!"

"بہت ہی گھٹیا قسم کا مرد ہے، بھابھی آپ کا شوہر! دور رہیے گا۔" غازی کیوں نہ شاہ ویز کی جان جلاتا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اس کے بھی ایسے ہی خیالات ہوں گے تم فکر مت کرو۔" وہ ذرا سا مسکرایا اور پھر خود ہی سر جھٹک کر ہنسنے لگا۔ غازی اس کی دھیمی آواز نہ سن سکا لیکن زمل نے رباب کے چہرے کا پھیکا پن محسوس کیا تھا۔

"نہیں بہت اچھے ہیں۔ ہمیشہ سے اچھے ہیں۔" وہ شاہ ویز کو تک رہی تھی۔ وہ اس کے بالوں کو دیکھتی ہوئی بولی جو قدرے بکھرے ہوئے تھے۔ دل دکھ میں مبتلا ہوا۔

"آج زوبیہ کہہ رہی تھی ڈھولک بجائیں گے۔" زمل نے بات بدل دی۔

"ہیں؟ اب تو شادی ہو چکی ہے۔" غازی نے لقمہ لیا۔

"ہاں تو۔۔ ہم نے تو نہیں پہنے نا یوں شادی بیاہ کے جوڑے! کل بھی ایسے ہی جلد بازی میں چل پڑے تھے۔ آج تو رباب بھی تیار ہو گی اور ہم بھی! جب تک ولیمہ مقرر نہیں ہو جاتا تب تک تو ہم رباب کو دلہن بنا کر ہی رکھیں گے۔ ایسا کرتے ہیں کہ تم کسی میک اپ آرٹسٹ سے تیار ہو جاؤ۔ میں نے اپنی دوستوں اور کزنز کو بھی دعوت دی ہے۔ ناشتہ کر کے غازی میرے ساتھ کام پر لگ جانا۔ ہم گھر سجائیں گے۔" ابی اس کے پلان سے خوش لگ رہے تھے۔ رباب کو بھی اچھا لگا۔ "شاہ ویز میں ایک اچھی میک اپ آرٹسٹ بلوالوں گی۔ اسے پہلے تھوڑا

ایڈوانس دینا ہو گا۔گھر میں رہنا۔" شاہ ویز نے کندھے اچکا دیے۔اس پر تو انکشاف ہی ہو رہے تھے وہ کیا ہی کہتا۔

"ہاں۔سب کو بتا دینا سادگی سے نکاح اور رخصتی کر کے ہم اپنی بیٹی کو بیاہ لے آئے۔" ابی نے محبت سے پوتے کی دلہن کو دیکھا۔وہ مطمئن تھی مگر شاہ ویز کی بے رخی اندر ہی اندر کھائی جا رہی تھی۔وہ ناشتہ مکمل کر کے کمرے میں چلی گئی۔

---☆☆☆---

"بڑے صاحب! بیگم صاحبہ کو ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔وہ ہوش میں نہیں آ رہی ہیں۔" مائرہ کی پرسنل ملازمہ گھبراتے ہوئے جہانگیر کے پاس آئی تھیں۔

"سانسیں چل رہی ہیں یا مر گئی؟" وہ اخبار لپیٹ کر بولے۔

"خدا نہ کرے بڑے صاحب! سانسیں چل رہی ہیں۔" صاحب کی سنگ دلی پر وہ دل پر ہاتھ رکھ گئی۔

"تو پھر مر جانے دو۔پھر لے جائیں گے ڈاکٹر کے پاس۔" وہ اٹھ کر ڈرائیور سے گاڑی نکلواتے ہوئے باہر نکل گئے۔ملازمہ گھبرائی پریشانی میں دوبارہ مائرہ کے کمرے میں بھاگی۔ایک ماہ ہو گیا تھا جہانگیر کو مائرہ کو کمرے سے نکالے ہوئے۔وہ اب وجیح کے کمرے میں ہی

سویا کرتی تھیں' اس کے باوجود انہیں ستانے کے لیے جہانگیر اس کمرے میں آجاتے تھے۔ کبھی سو جاتے، کبھی تنگ کرتے۔ کمرہ الگ کرنے کی دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ اب مائرہ کے زخموں سے جو بدبو اٹھتی تھی وہ ان کے لیے ناقابلِ برداشت تھی۔ وہ اپنے کمرے کو ہر بیماری اور ہر دوائی سے پاک رکھا کرتے تھے۔ ملازمہ پانی چھڑکتی رہی تب کہیں جا کر مائرہ کی ذرا سی آنکھ کھلی۔ انہیں ملازموں کی مدد سے دوبارہ بستر پر لٹایا گیا تھا۔ جانے اس درندے نے کیا کیا تھا کہ پرانے زخم بھی کھل گئے تھے۔ سینہ سب جل کر جلد جھلسی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔

ملازمہ فرسٹ ایڈ باکس لینے بھاگی مگر وہ کہیں نہیں تھا۔ اس بات نے اسے مزید پریشانی میں ڈال دیا۔ اس نے کل رات خود کیبنٹ میں رکھا تھا' پھر کہاں غائب تھا؟ جہانگیر صاحب کام پکا کرتے تھے۔ کام ادھورا چھوڑنا ان کی شان کے خلاف تھا۔ ان کے دماغ میں ایک ہی تصویر تھی۔۔ وجیح خانزادہ کی! آنے والے دنوں میں اسے پل پل مارنے والے تھے۔

اس نے مائرہ کی دوائیوں میں کوئی ایسی دوائی ڈھونڈنی چاہی مگر کہیں بھی کچھ نہ ملا۔ تھک ہار کر ملازمہ نے خود ڈاکٹر بلوالیا۔ اسے خوف تھا کہ کہیں مائرہ بی بی تکلیف سے مر جائے گی۔

"یا خدایا! یہ کیا ہوا ہے؟ ان کا پورا بدن جھلسا ہوا ہے! اور یہ زخم کیسے ہیں؟" ڈاکٹر تو بوکھلا سی گئی تھی۔ "مریضہ مر جائے گی اگر مزید اسے گھر میں رکھا۔ فوراً ہسپتال لے کر آئیں۔" وہ

کوئی بھی علاج یہاں نہیں کر سکتی تھی البتہ کچھ دوائیاں ساتھ ساتھ بتا گئی۔ ملازمہ کا یوں بار بار باہر جھانکنا ڈاکٹر کو بھی کشمکش میں ڈالنے لگا۔ وہ جہانگیر کی گاڑی چیک کر رہی تھی۔ اگر وہ آجاتے اور ڈاکٹر کو دیکھتے یقیناً پھر شامت پکی تھی۔ "یہ سب کیسے ہوا؟ پولیس کیس ہے۔" یہ الفاظ تو جان ہی کھا گئے۔ "مسٹر جہانگیر کہاں ہیں؟" گاڑی پورچ میں آکھڑی ہوئی تھی اور ملازمہ کا دل حلق میں جا پہنچا تھا۔

"آپ چلی جائیں خدارا یہاں سے۔۔ قیامت آجائے گی۔ آئیں میں آپ کو باہر چھوڑ آتی ہوں۔" وہ زبردستی اسے لیے نیچے بڑھنے لگی جب باہر نکلتے ہوئے ڈاکٹر کا سامنا جہانگیر خان سے ہوا۔ جہانگیر کی ایک کڑی نگاہ ڈاکٹر پر گئی اور دوسری ملازمہ پر۔۔ ملازمہ کو اپنی موت نظر آنے لگی۔

"اسلام علیکم جہانگیر صاحب!" ڈاکٹر بھی اس شخصیت سے خوب واقف تھی۔

"وعلیکم اسلام! کیسے آنا ہوا ادھر جی؟"

"اوپر جو عورت ہے وہ آپ کی بیوی ہے؟ کیا ہوا ان کے ساتھ؟ اگر تو یہ پولیس کیس ہے تو سیدھا پولیس انوالو ہو گی۔" وہ بپھری ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ "وہ عورت مر جائے گی اگر اس کا پر اپر علاج نہ ہوا۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"پولیس کیس کہاں سے؟ بیوی ہے ہماری اور اس کی دماغی حالت ذرا درست نہیں ہے۔ وہ آئے دن یونہی خود کو نقصان پہنچاتی ہے۔ آج بھی خود پر کھولتا ہوا سوپ انڈیل گئی۔" وہ اس کی آنکھوں میں کڑی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں جیسے چاہتے ہوئے کہ جھوٹ کو سچ مان لیا جائے۔ ڈاکٹر تھوڑی سی گڑبڑائی۔ "سمجھ میں آرہی ہے ہم نے کیا کہا؟ وہ نفسیاتی مریضہ ہے اور خود کو نقصان پہنچانا اسے اچھا لگتا ہے۔ پولیس کیس لگتا ہے آپ کو اب بھی؟" ان کے چہرے پر حیوانیت تھی۔

"نن۔ نہیں۔ مم۔ میں چلتی ہوں۔" وہ وہیں جان بچا کر بھاگ گئی جبکہ جہانگیر دھیرے دھیرے اب ملازمہ کی جانب بڑھ رہے تھے۔

"معاف کر دیں صاحب! بی بی کی حالت دیکھی نہ گئی مجھ سے۔" وہ گڑگڑاتی ہوئی ہاتھ جوڑنے لگی جب ایک جھٹکے سے جہانگیر نے اس کے بال پکڑ کر گرش پر دے مارا۔

"اپنی اوقات میں رہو۔ اور اتنا شوق ہے بی بی کے خیال کا تو اس کے برابر ہی قبر کھدوا دوں گا۔" وہ نفرت نگاہوں سے دیکھتے ہوئے منظر سے غائب ہو گئے تھے۔

---☆☆☆---

کمرے پوری طرح سے روشن تھا۔غازی نے کمرے میں گلاب کے پھول رکھوائے تھے۔

میک اپ آرٹسٹ اتنی ارجنٹ بہت مشکل سے ملی تھی۔

"آپ کے کپڑوں کے ساتھ یہ براؤن اچھی لگے گی مگر ہم اس میں پنک شیڈ بھی مکس کر سکتے ہیں۔"میک اپ آرٹسٹ ساتھ ساتھ اسے بتاتی جارہی تھی۔یکدم وہی دروازے پر دستک ہوئی۔رباب ڈوپٹہ پہن کر آنے والے کو دیکھنے لگی۔اسے لگا غازی ہوگا کیونکہ وہ نجانے کیا کیا کر رہا تھا تاکہ کمرہ خوبصورت لگ سکے۔سامنے شاہ ویز کھڑا تھا۔

"مجھے اپنے کپڑے لینے ہیں۔"اس نے ایک بار بھی دوسری عورت کو نہیں دیکھا۔نگاہیں زمین پر تھیں۔

"آجائیں۔"رباب نے اجازت دی اور آئینے میں خود کو دیکھنے لگی۔بالوں میں رولر لگے ہوئے تھے۔

"میں تھوڑی دیر کے لیے باہر چلی جاؤں؟"میک اپ آرٹسٹ اسے بے آرام نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں۔۔انہیں بس کپڑے لینے ہیں۔"اس طرح کی حالت میں تو وہ خود بھی اکیلی نہیں ہونا چاہتی تھی۔ایک جانب فاؤنڈیشن لگا ہوا تھا دوسری جانب سادہ سا چہرہ

تھا۔وہ اسے یوں دیکھتا تو جانے دل میں کتنا ہنستا۔شاہ ویز اندر وارڈ روب سے اپنا براؤن کرتا نکالنے لگا جب اس نے میک اپ آرٹسٹ کے منہ سے سنا۔

"آپ کے بال بہت خوبصورت ہیں۔" چہرے پر مبہم سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"آپ کا شکریہ۔انہیں باندھ دیں۔گھر کا ایونٹ ہے کھولنے کا فائدہ نہیں۔" رباب کی بات پر شاہ ویز کا دل چاہا اسے فوراً منع کرے مگر ہمت نہ ہوئی۔وہ کپڑے لیتے ساتھ ہی پلٹ گیا تھا۔

---☆☆☆---

وہ آج کافی دنوں بعد دل سے تیار ہوئی۔چوڑیاں کلائی میں ڈالتے ہوئے اس نے مسکراتے ہوئے ان کی کھنکھناہٹ محسوس کی۔یہ آواز اسے بہت سارے چہرے یاد دلا گئی۔۔جیسے وجیح! شاہ ویز خاموش ضرور تھا مگر وہ جانتی تھی کہ وہ بے پناہ مطمئن ہے۔وہ سوچنے لگی اس کی اینڈنگ کیا ہو گی؟اور کیا اس میں وجیح ہو گا؟جانے مائرہ پھوپھو بھی اسے کتنا یاد کرتی ہوں گی۔وہ تو ماں تھیں۔۔تڑپتی تھیں۔مائرہ کی جانب سے اس کا دل بہت گھبرایا ہوا تھا مگر وہ شاید اس سے بات بھی کرنا اب پسند نہ کریں۔کیا واقعی ان کے لیے جہانگیر خان جیسے شخص کو چھوڑنا اتنا دشوار تھا؟کیا واقعی زمل کی کہی بات ان اس قدر ناگوار گزری تھی کہ اسے اپنی نظروں سے دور کرنا زیادہ مناسب سمجھا؟اس کا دل بے پناہ دکھنے لگا۔اسے خیال آیا شاہ ویز کے

جھمیلوں میں مراد سے مائرہ کے بارے میں پوچھنا بھول گئی تھی۔ تیار ہو کر لبوں پر براؤن لپ اسٹک رگڑی اور ایک آخری نظر خود کو دیکھنے لگی۔ وہ اپنے بھائی کے لیے بے پناہ خوش تھی مگر یہ دل تھا کہ پھر بھی بھاری تھا۔ آج کی محفل میں ماموں مامی بھی شامل ہونے والے تھے۔ سعد آفس سے سیدھا اعوان ہاؤس آنے والا تھا۔

"آنکھوں میں کاجل بھی لگالو۔ خوب چمکو گی۔" غازی کمرے کے باہر سے گزر رہا تھا جب اس نے زمل کو تیار آئینے کے سامنے دیکھا۔ وہ ذرا سی کھلکھلائی۔ اگر وہ جیح ہوتا تو اس کی آنکھوں کو تکتا رہتا اور کبھی اس بات کو قبول نہیں کرتا کہ وہ اسے دیکھتا رہا ہے۔ اسے دوستی بھی کہاں رکھنی آتی تھی۔ وہ سوچنے لگی جو لڑکی اس کے نصیب میں ہو گی وہ خوش نصیب کہلائے گی یا بدنصیب؟ پتا نہیں، مگر وہ جیح خانزادہ کو دل رکھنا نہیں آتے تھے۔

---☆☆☆---

اس نے ان دو دنوں میں پہلی بار ماں کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا تھا۔ اسے امید تھی غصہ اب کم ہو گیا ہو گا مگر دوسری جانب سے کوئی آواز نہیں آئی۔ غازی نے لائیٹس لگاتے ہوئے کن انکھیوں سے شاہ ویز کو دیکھا جو کتنی دیر سے باہر کھڑا تھا اور بالآخر خود دروازہ کھول کر اندر بڑھ گیا تھا۔

"اب آئے گی شامت لاڈلے کی۔"

کمرے میں اندھیرہ تھا۔اس نے بڑھ کر لائیٹ جلائی۔

"امی۔" جانے کتنی دنوں بعد وہ انہیں پکار رہا تھا۔بستر پر بیٹھی ڈوپٹہ اوڑھ کر لبنی نے بیٹے کو دیکھا۔وہ تسبیح پڑھ رہی تھیں۔

"کیوں آئے ہو؟ چلے جاؤ یہاں سے!" ان کے الفاظ میں جارحیت تھی۔وہ تیار تھا اور چاہتا تھا کہ اس کی بیوی پر اس کی ماں شفقت بھرا ہاتھ رکھے۔

"آپ کو اب بھی افسوس نہیں امی؟" اسے تکلیف ہوئی۔"باہر آئیں۔۔میری بیوی آپ کی تو بہو ہے نا۔"

"نہیں مانتی میں اسے نہ اپنی بہو اور نہ تمہاری بیوی! ماں کی بات خراب کی ہے تو نے شاہ ویز۔۔خاندان میں منہ دکھانے کے لائق نہیں چھوڑا تو نے شاہ ویز!" انہوں نے سامنے پڑا گلاس فرش پر دے مارا۔

"کیا ہو گیا اماں! میں آپ کو یوں ناراض کیے نہیں چل سکتا۔رباب بیوی ہے میری اب، اماں!" وہ ان کے سامنے آ گیا۔"آپ خوش نہیں ہوئیں؟ آپ کا بیٹا اب روز مرے گا نہیں۔۔وہ اب تڑپا نہیں کرے گا۔میں نے بہت کھٹن راتیں گزاری ہیں۔اب ہی تو سکون

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

نصیب ہوا ہے۔ میری ماں ہیں آپ! میں کیسے آپ کو ناراض رہنے دے سکتا ہوں، اماں۔۔"اس کے لہجے میں اذیت تھی۔اس کا دل چیر سا گیا تھا مگر لبنیٰ سنگ دلی سے تکتی رہیں۔

"تو چاہتا ہے نا میں ٹھیک ہو جاؤں؟"انہوں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔شاہ ویز نے بے اختیار سر اثبات میں ہلایا۔"طلاق دیدے اسے۔۔"الفاظ تھے یا خنجر۔شاہ ویز کا چہرہ سفید پڑ گیا۔"میں بھول جاؤں گی کہ تو نے میرا کبھی دل دکھایا تھا۔ہم دونوں پہلے جیسے ہو جائیں گے۔میں تنہا ہوں شاہ ویز۔تیرا باپ بھی یہاں نہیں رہتا نا۔تو تو میرا سہارا ہے۔اسے طلاق دے! کیا منہ دکھاؤں گی میں؟ جس کے گھر اس کی بیٹی کو رجیکٹ کر کے آئی تھی، آج میرا بیٹا اسی لڑکی کو لے آیا؟ تیری خالائیں تھوکیں گی مجھ پر۔۔تو نے خاندان کا رشتہ کیوں ٹھکرایا بیٹے؟ اسے طلاق دے کر اسے اس کے باپ کے گھر چھوڑ آ۔"وہ نفرت میں اس حد بڑھ چکی تھیں کہ تمام انسانیت پیچھے ملیامیٹ ہو گئی تھی۔کل ہی تو اس نے رباب کو اپنے نام کیا تھا اور آج طلاق کا ذکر اس کا دل میں ہول اٹھا گیا۔

"آپ کو میری بیوی اچھی نہیں لگتی تو میں کچھ نہیں کر سکتا مگر میں اس گھر میں اس کے ساتھ کوئی ظلم برداشت نہیں کر پاؤں گا اماں۔"وہ اٹھ کر پیچھے ہو گیا۔بے یقینی سے ہونے لگی۔وہ

واقعی اس کی ماں تھی؟ دنیا بھر کی انسانیت کے درس اس کے سینے میں ڈال کر خود ہر انسانیت سے پاک ہو گئی تھی۔ "آپ کو لگتا ہے میں اسے خود سے جدا کر سکتا ہوں؟ میں پل پل مرا ہوں۔۔ میرا عشق امر ہے اماں۔" وہ پلٹ گیا کہ ماں روک بھی نہ سکے۔ لبنیٰ یونہی بے بسی سے دروازے کو تکتی رہ گئیں۔

---☆☆☆---

پچھلے کئی دنوں سے طبیعت پر گھبراہٹ چھائی ہوئی تھی۔ وہ آج رات بھی دیر تک آفس میں تھا۔ یونہی نظر بھٹک کر گھڑی تک پہنچی تو وہ وقت دیکھ کر حیران ہوا۔ نو بجنے کو آئے تھے اور وہ اب تک آفس میں تھا۔ اکثر کیبن خالی ہو چکے تھے اور باہر اندھیرہ تھا۔ البتہ وہ اکیلا نہیں تھا۔ قاسم بھی آج آفس میں ہی موجود تھا۔ وہ لیپ ٹاپ کی اسکرین سے دور ہٹتے ہوئے پیچھے کرسی کی پشت سے کمر ٹکا گیا۔ اس نے ہاتھ اونچے کر کے کچھ کھینچے۔ وہ اٹھ کر تھوڑا کمر کو آرام دینے کے لیے چلتا ہوا اپنے روم سے باہر آیا۔ کچھ امپلائیز اب تک بیٹھے ہوئے تھے اور کچھ جانے کی تیاریوں میں تھے۔

"آپ لوگ باقی کام کل کر سکتے ہیں۔ فالحال آف کریں۔" وہ تمام مرد تھے۔ قاسم پرنٹر کے پاس کھڑا تھا۔ وجیح مڑنے لگا تھا جب اس کی نگاہ حنانہ پر پڑی۔ وہ قدرے حیران ہوا۔ "مس حنانہ؟ آپ اب تک یہاں موجود ہیں؟"

"جی سر۔۔ بس وہ میرا کچھ کام پینڈنگ تھا۔ میں بس دس منٹ میں جا رہی ہوں۔" وہ سامان اٹھا رہی تھی۔ وجیح کچھ نہ کہہ سکا۔ وہ پلٹ رہا تھا جب اسے حنانہ سے مراد یاد آیا۔ وہ گہری سانس خارج کرتا رہ گیا۔ وہ بھی کون سا عام سی لڑکی تھی اب جسے وہ یوں ہی تنہا جانے دیتا۔

"میں آپ کو چھوڑ دیتا ہوں۔" وہ اندر چابی لینے بڑھا۔

"نہیں سر۔۔ بہت شکریہ۔ میں خود چلی جاؤں گی۔ آپ کو زحمت ہو گی۔" وہ جھینپتے ہوئے بولی۔ وجیح نے اس کے تاثرات نوٹ کیے۔

"میری مانیں' میں آپ کو چھوڑ دیتا ہوں۔ رات زیادہ ہو رہی ہے اور اس وقت سواری کا ملنا مشکل ہے۔" وہ اپنا آفس بند کرتے ہوئے چابی اٹھاتا اس کے آگے چلنے لگا۔ حنانہ کو یہ فیور شاید مہنگی پڑنے والی تھی۔ اس کی گاڑی کتنی بڑی تھی۔۔ مراد کی گاڑی سے بھی اونچی۔ صاف محسوس ہوتا تھا اللہ نے اس کے کاروبار میں خاصی برکت فرمائی تھی۔ راستہ خاموشی سے گزرنے لگا۔ کتنے دن ہو گئے تھے اس نے مراد کو نہیں دیکھا تھا۔۔ اور نہ مراد نے خود

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس کو ڈھونڈا تھا۔وہ کھڑکی سے باہر دیکھ کر سوچنے لگی کہ ایک دن وہ اس زندگی کے حاصل کو ڈھونڈ کر پا ہی لے گی۔جانے یہ وجیح کے ساتھ ہونے کے باعث تھا یا نجانے کیا وجہ۔۔اسے مراد اپنے سوچوں پر حاوی ہوتا ہوا محسوس ہوا۔جی چاہا ایک بار وجیح سے اس کا حال پوچھ بیٹھے۔۔مگر کیسے؟وہ تو خود اسے کہہ گئی تھی کہ اس کا واسطہ اس آفس میں صرف کام سے ہے۔وہ تھوک نگلتے ہوئے پیچھے ہو کر بیٹھی۔

"آپ ٹھیک ہیں؟"وجیح نے سرعت سے اس کی بے آرامی محسوس کی۔

"جی؟"وہ چونکی اور اس کا سوال دماغ میں دہرانے لگی۔"جی۔۔میں ٹھیک ہوں۔"عجیب بوکھلاہٹ تھی۔وجیح نے واضح محسوس کی۔وہ شاید ان کمفرٹیبل تھی۔

"اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو جان سکتا ہوں کون ہوتا ہے آپ کے گھر میں؟"وہ سب جانتا تھا مگر اسے کمفرٹیبل کرنے کے لیے اس سے پوچھ رہا تھا۔

"میں اور بس میری اماں۔"وہ اپنے ناخنوں کو گھور رہی تھی۔

"محنتی ہیں آپ کافی۔۔آپ کی پروگریس بھی کافی اچھی ہے۔قاسم کافی تعریف کرتا ہے آپ کے کام کی اور مجھے خوشی ہے کہ آپ جیسے امپلائیز ہماری کمپنی میں کام کرتے ہیں۔"

ٹھنڈی ہوا اور مٹی کی تیز خوشبو شہر میں پھیل رہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"لگتا ہے موسم خراب ہونے والا ہے۔" وہ کچھ پریشانی میں گویا ہوئی۔

"بارش ہونے والی ہے۔" وجیح کا چہرہ ہر تاثر سے خالی تھا۔اس کا کہنا ہی تھا کہ بارش کی بوندیں اس کی گاڑی کے شیشے پر اپنی موجودگی کا احساس دلانے لگیں۔

"بارش تیز ہو جائے گی۔" وہ پریشانی میں آگے ہو کر بیٹھ گئی جیسے سیاہ آسمان پر بادلوں کا ہجوم دیکھ رہی ہو۔وجیح نے اسے دیکھا جیسے اس کی پریشانی بھانپ رہا ہو۔

"بارش ہی تو ہے حنانہ۔۔پیش گوئی پہلے سے تھی۔" وہ اس کے یوں پریشان ہونے پر ذرا سا مسکرایا۔

"ہاں مگر۔۔مگر اب گھر کتنی دیر میں پہنچیں گے۔۔اماں انتظار کر رہی ہوں گی۔" وہ بوکھلائی ہوئی تھی۔

"حنانہ آپ بھول رہی ہیں آپ میرے ساتھ ہیں۔۔کسی پبلک ٹرانسپورٹ میں نہیں جو بارش کی وجہ سے خراب ہو جائے تو سفر لمبا ہو جاتا ہے۔مسلے کی بات نہیں ہے۔آپ اپنی امی کو کال کر کے بتا دیں کہ آپ پندرہ منٹ میں پہنچ رہی ہیں۔" اسے اس کا یوں ماں کا خیال کرنا دل کو بے پناہ بھایا۔اسے اپنی ماں کا خیال آیا جو شاید بارش کی وجہ سے ایسا ہی سوچ رہی ہو گی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اوہ۔۔آئم سوری۔۔میں بس۔۔بس یونہی بوکھلا جاتی ہوں۔" وہ بے اختیار جھینپ سی گئی۔

"اماں کی فکر تھی بس۔۔وہ میری وجہ سے پریشان ہو جاتی ہیں۔۔آپ کی بھی تو ہو جاتی ہوں گی۔" وہ بولتے بولتے رک سی گئی۔اسے لگا اسے جان لینا چاہیے کہ وجیح کی ماں حیات بھی ہے یا نہیں۔۔ورنہ یہ بات اسے کتنی تکلیف دے سکتی تھی۔اس کا یوں کہتے کہتے بریک لگنا وجیح کو بے اختیار مسکرانے پر مجبور کر گیا۔

"ہاں میری امی بھی ہو جاتی تھیں۔" وہ چاہ کر بھی 'تھیں' کی جگہ 'ہیں' نہ لگا پایا۔حنانہ نے اسے کافی دنوں بعد مسکراتے دیکھا۔

"اوہ مجھے معافی کیجیے گا۔مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ۔۔" وجیح اس سے عمر میں کافی چھوٹا تھا مگر اسے رتبے کا احترام تھا۔

"وہ حیات ہیں مس حنانہ! بس ابھی پاس نہیں ہیں۔۔آپ کا گھر آگیا ہے۔" اس نے حنانہ کے بتائے ہوئے پتے پر گاڑی روکی۔وہ اس کی بہت ممنون تھی۔شکریہ ادا کرتے ہوئے وہ گھر میں چلی گئی تھی اور وجیح ماں کے ذکر پر گویا اٹک سا گیا۔اسے ماں کی بے اختیار یاد آئی تو بس دل پر قابو نہ رکھ سکا۔موبائل پر ماں کا نمبر ڈائل کیا جو کچھ مہینوں سے مکمل بند ہو چکا تھا۔کوشش کرنے میں کوئی حرج نہیں تھی مگر افسوس وہ بند تھا۔اس نے گھر کے ٹیلیفون پر کال

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ملائی تھی اور وہ پرامید تھا کہ یہ اٹھالی جائے گی۔ حنانہ سے بات کر کے دل کی گھبراہٹ میں اضافہ ہو گیا تھا۔ گاڑی کے وائپرز مسلسل شیشہ صاف کر رہے تھے۔ بارش تیز ہو گئی تھی اور سڑکیں مکمل بھیگ چکی تھیں۔ بیل جاتی رہی مگر کسی نے بھی ریسیو نہیں کیا۔ اس نے ہمت نہیں ہاری۔۔ عجیب بے چینی تھی۔ وہ شرٹ کے بٹن کھولتے ہوئے اپنا سینہ سہلانے لگا۔ جانے اچانک سے کیا ہوا تھا۔ ہر بیل اس کی گھبراہٹ میں اضافہ کر رہی تھی۔ وہ کبھی بھی اتنا کمزور نہیں رہا تھا پھر کیا چیز دل کو چبھ رہی تھی۔ اس کا بے اختیار جی چاہا کہ خان ولا کا ہر دروازہ پار کر کے ماں کے آغوش میں جا بیٹھے۔ ایسا نہیں تھا کہ یہ گھبراہٹ اسے پہلی بار ہو رہی تھی مگر آج سے پہلے یہ انتہا نہیں تھی۔

"امی کال ہی اٹھالیں۔۔" اس نے زیر لب الفاظ ادا کیے۔ اسے کوفت ہونے لگی۔ اس رات شہر ساری رات بھیگتا رہا تھا۔ سڑکوں پر جانے کتنا پانی جمع ہو گیا تھا۔ وہ ساری رات دیوانوں کی طرح جاگا رہا تھا۔ اس نے ماں سے رابطے کی کوشش چھوڑ دی۔ وہ ہار مان گیا۔ کال اٹھا بھی لی جاتی تو وہ جہانگیر خان کی آواز سنائی دیتی۔ وہ جانتا تھا کہ وہ شخص کچھ بھی کر سکتا ہے چاہے اس کی ماں کو نقصان ہی کیوں نہ پہنچانا ہو۔ اس نے مراد کو کال کر کے پوچھا تھا اگر کسی کی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

پچھلے ہفتے میں مائرہ سے کوئی کانٹیکٹ ہوا تھا مگر کسی کا کوئی کانٹیکٹ نہیں تھا۔وہ بے خبر تھااور یہ بے خبری اسے مار رہی تھی۔

"تم۔۔تم زمل سے پوچھ لینا مراد۔اس سے کہنا وہ جیح کو اماں کی بہت فکر ہو رہی ہے۔"کافی ٹائم سے دل جلانے کے لیے ہی سہی مگر جہانگیر کی کوئی کال نہیں آئی تھی۔جانے کون سا نیا منصوبہ تھا۔"ان سے میرا کوئی کانٹیکٹ نہیں تھا مگر اماں اسے ضرور پوچھتی ہوں گی۔"وہ لاڈلی تھی مائرہ کی۔۔مراد نے اسے امید دلائی تھی۔وہ خود کو دلاسا دیتے ہوئے سوچ میں پڑ گیا۔

---☆☆☆---

رات کے بارہ بج رہے تھے جب وہ تیز بارش میں چھتری کے نیچے چلتا ہوا زوبیہ کو اس کے گھر چھوڑنے جا رہا تھا۔وہ تیار،پرفیوم میں مہکتی ہوئی پیاری لگ رہی تھی۔

"تمہارا شکریہ زوبیہ!تم نے جو کیا شاہ ویز کے لیے'میں اس کے لیے بے حد شکر گزار ہوں۔"وہ اس کا شکر کرنا بھولا نہیں تھا۔زوبیہ مسکرائی۔

"چلیں کم از کم آپ نے میرے بارے میں کچھ اچھا تو سوچا۔"وہ ادھر ادھر نظارے کر رہی تھی۔بارش کی خوشبو فضا کو خوشگوار کر رہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں بالکل مانتا ہوں کہ تم ایک اچھی لڑکی ہو، زوبیہ!" وہ سیاہ چھتری کافی بڑی تھی جو زوبیہ کو بھی اپنے حصار میں لیے ہوئی تھی۔ سڑکیں سنسان تھیں مگر بارش اب بھی جاری تھی۔

"اس کا مطلب میں کیا سمجھوں؟" اس کا گھر آ چکا تھا۔ وہ ٹھہر کر نگاہیں اس کے چہرے پر جما کر دیکھی۔۔ کیا نہیں تھا ان نگاہوں میں۔۔ محبت، خلوص، امید اور اپنائیت۔ مراد نے پلکیں جلدی جلدی جھپکیں۔

"تم ایک اچھی لڑکی ہو زوبیہ مگر میرے لیے نہیں ہو۔" یہ الفاظ نہیں تھے۔۔ شاید کنکر تھے۔ زوبیہ کو لگا جیسے یہ کنکر اس پر برسائے گئے ہوں۔ امید کی شمع دھیرے دھیرے بجھنے لگی۔

"کیوں نہیں مراد؟" کیا یہ شخص اس کا نصیب نہیں تھا؟ جس کے پیچھے وہ سالوں خوار ہوتی گئی۔ ہاف سلیو شرٹ کی آستینوں سے نکلتے بھرے بھرے بازو اس کی شخصیت میں وقار پیدا کرتے تھے۔

"میری منزل تم نہیں ہو۔ تم بہت اچھی ہو۔۔ بہت پیاری ہو۔۔ یہ سنگھار تم پر اچھا لگتا ہے مگر میری آنکھوں میں چہرہ کسی اور کا ہے اور اس کے علاوہ میری آنکھیں دیکھنے سے قاصر ہیں۔" وہ شرمندہ تھا یہ افسوس کر رہا تھا۔۔ زوبیہ سمجھ ہی نہ پائی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کون ہے تمہاری منزل؟" وہ اس کی آنکھوں میں ہی دیکھتی رہی کہ پلکیں جھپکنا بھول گئی۔ دل خالی ہوتا چلا گیا۔

"میری ایک ہی منزل ہے۔۔اور اگر وہ مجھے وہ حاصل نہ ہوئی تو میں تمام عمر سفر میں رہوں گا۔ تم سمجھ رہی ہو؟ گھر آئے رشتوں کو میری خاطر انکار کرنے سے کچھ حاصل نہیں زوبیہ۔ آج پہلی بار میں نے چاہا کہ تمہیں پیار سے سمجھاؤں کہ تمہارا آخری ٹھکانہ میں نہیں ہوں۔ تم ڈھونڈو جیسے میں ڈھونڈ رہا ہوں۔۔ مگر مجھے نہیں۔ خالی دل میں جگہ بنائی جاتی ہے زوبیہ! میرا دل خالی نہیں ہے۔" وہ دھیرے دھیرے لفظ ادا کر رہا تھا اور زوبیہ بغور سن رہی تھی جیسے ایک آخری امید چاہ رہی ہو۔ اس کی آنکھیں نم ہونے کے قریب تھیں۔

"کیا چاہتے ہیں آپ؟" وہ آنسوؤں کے ڈر سے نگاہیں جھکا گئی۔ مراد نے گہری سانس بھری۔

"میرے بھتیجوں کے سامنے خود کو چچی بلوانا بند کرو۔ تمہاری اپنی ایک پہچان ہے اور وہ مجھ سے نہیں ہے۔ تم مجھ سے شادی کرنا چاہتی ہو نا؟ تم نے غازی کو بھی یہی کہا تھا۔۔اور بھابھی کو بھی! میں ابی کی باتوں میں مان بھی جاؤں تو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔۔ میرے سارے خواب اور میری ساری محبت ایک ہی عورت کے نام ہیں۔ محبت ایسے نہیں ہوتی۔ دونوں جانب سے شمولیت مانگتی ہے۔ ورنہ انسان کو جھکا دیتی ہے۔" دونوں کے درمیان خاموشی چھا گئی۔

لمحوں کی خاموشی۔۔زوبیہ نے بمشکل اثبات میں سر ہلایا تھا اور گھر کی جانب بڑھ گئی تھی۔ مراد اسے جاتا ہوا دیکھنے لگا۔وہ جانتا تھا آج کی رات اس کے لیے بے حد مشکل ہو گی مگر یہ آنے والی راتوں سے کہیں بہتر تھی۔

---☆☆☆---

رباب کی اس کمرے میں آج دوسری رات تھی۔شاہ ویز جانے درمیان محفل میں کہاں غائب ہو گیا تھا۔وہ اسے ڈھونڈنے پر بھی دوبارہ نہیں ملا تھا۔وہ اپنے بالوں کو کھول کر برش کر رہی تھی جب وہ کمرے میں داخل ہوا۔بارش کے پانی میں مکمل بھیگا ہوا چھینکتے ہوئے کھڑکی بند کرنے بڑھا تھا۔وہ اس کی حالت دیکھ کر قدرے پریشان ہوئی تھی۔

"آپ کہاں تھے؟"رباب اس سے پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

"باہر تھا۔۔دوستوں میں۔۔"وہ کھڑکی لاک کرتا ہوا پردہ آگے کر گیا۔رباب تیزی سے پنکھا بند کرنے بڑھی۔

"باہر اتنی تیز بارش ہو رہی ہے اور اب دوستوں میں تھے؟"ٹھنڈ سے شاہ ویز کی ناک سرخ ہو چکی تھی اور چھینکیں تھیں کہ رکنے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔"آپ کو کچھ خیال بھی ہے کہ بیمار ہو سکتے ہیں؟"ناک سر سر کرتے ہوئے اس نے بستر پر بیٹھ کر چپل اتاری اور ہیٹر

چلانے آگے بڑھا۔اسی دم رباب تیزی سے آگے بڑھی تھی اور اسے ہیٹر کو چھونے سے روکا تھا۔اس کا ہاتھ رباب کے ہاتھ میں تھا اور شاہ ویز کی آنکھیں رباب کے چہرے پر اٹھی تھیں۔

"گیلے ہو رہے ہیں اور ہیٹر چلانے بڑھ رہے ہیں۔" ماتھے پر گہرے بل تھے۔اس نے ہیٹر کا پلگ خود آن کیا اور وارڈروب کی جانب بڑھ گئی۔شاہ ویز خاموش رہا۔تھوڑی دیر بعد وہ اس کے کپڑے نکال کر لائی تھی۔وہ کبھی اسے دیکھتا' کبھی کپڑوں پر نگاہ ڈالتا۔

"تم نے میرے کپڑے کیوں ہاتھ لگائے؟" اس نے ایک آئبرو اچکا کر پوچھا جیسے وجہ جاننا چاہتا ہو۔

"آپ کو بیمار ہونے کا شوق ہے کیا؟ کیوں تکلیف دیتے ہیں خود کو بھی اور مجھے بھی۔" اس کے ماتھے کے بل نرم پڑ گئے۔وہ دھیرے سے اٹھا اور اس کی جانب آیا۔

"تمہیں میری موجودگی سے فرق کب پڑنے لگا؟ جس کو میری محبت سے غرض نہیں اسے مجھ سے کیسے غرض ہو سکتی ہے۔" وہ اس کی آنکھوں میں ایسے دیکھ رہا تھا جیسے اندر جھانک رہا ہو۔رباب سہم سی گئی۔"جھوٹی ایکٹنگ نہیں کرو۔میں کچھ بھی نہیں بھولا رباب۔۔افسوس کہ میری یادداشت کمزور نہیں۔" اس کے ہاتھ سے کپڑے کھینچتا ہوا وہ واش روم کی جانب بڑھا تھا۔رباب سناٹے میں وہیں کھڑی رہ گئی۔اسے ہر وہ لفظ یاد تھا شاید۔۔جو کبھی رباب کے

منہ سے ادا ہوا۔ وہ کچھ بھی نہیں بھولا تھا۔ کیا وہ اسے معاف نہیں کر سکتا تھا؟ وہ وہیں بستر پر بیٹھ گئی اور اس کے باہر آنے کا انتظار کرنے لگی۔

"ایسے کب تک روٹھے رہیں گے؟" وہ باہر آیا جب رباب کمزور لہجے میں پوچھا۔ وہ خاموش رہا اور آئینے کے سامنے کھڑا اپنے بال بنانے لگا۔ "کیوں کی پھر مجھ سے شادی؟" وہ رو دینے کو تھی۔

"جیسے تم نہیں جانتی کہ میں نے کیوں کی۔۔" وہ ذرا سا ہنسا اور پھر سر جھٹک کر اس کے نزدیک سائیڈ ٹیبل پر اپنی گھڑی اتار کر رکھنے لگا۔ "پاگل ہوں میں۔۔ پاگل لوگ کوئی کام سیدھا نہیں کرتے۔ اس لیے تم سے شادی کر لی۔" اس کے نزدیک یہ ایک بے حد فضول سا سوال تھا جو رباب نے کیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپا گئی۔ شاہ ویز کی آنکھیں پھیلیں۔ "تم اس بات پر رو رہی ہو؟" اس کا دل کھینچ سا گیا کہ وہ اسے بغور دیکھنے لگا۔

"تم مجھے دیکھتے بھی نہیں ہو۔۔ بات بھی نہیں کرتے۔ کہاں گئی تمہاری وہ ساری محبت جس کے دعویدار تھے تم۔" اس نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ وہ گھٹنوں کے بل اس کے نزدیک بیٹھ کر جھکا تھا۔

"تم نے 'ہماری 'محبت کو کیسے 'تمہاری 'محبت کا نام دے دیا نا رباب۔ یہ ہماری محبت ہو بھی نہیں سکتی کیونکہ محبت تو صرف میں نے کی ہے۔ تم نے صرف اس محبت کا تماشہ بنایا ہے۔ میں بھولا نہیں وہ تھپڑ جو تم نے میرے چہرے پر مارا تھا۔" اس کا ہاتھ دھیرے سے پکڑتے ہوئے اس نے رباب کی شہادت کی انگلی سے اپنے دائیں گال کی جانب اشارہ کیا تھا۔ "ٹھیک یہاں۔" وہ اسے خوف دلا رہا تھا۔ "جانتی ہو اس تھپڑ کی تکلیف سے زیادہ تمہارے وہ الفاظ تھے جو کہیں اندر دل میں گڑ چکے ہیں جو تم نے میری محبت کو کوستے ہوئے ادا کیے۔ بھول گئی تم رباب؟" وہ اپنی آنکھوں میں کوئی تاثر نہ ڈال سکا۔ "میری محبت کو بھاڑ میں ڈال کر آگے بڑھنا چاہتی تھا نا تم رباب؟ اور ان دو دنوں میں کیا ہوا ایسا کہ تمہیں وہ محبت یاد آگئی؟ کل ہی کی تو بات ہے جب تم نے مجھ سے کہا تھا کہ تمہیں مجھ سے محبت نہیں ہے۔ دولہا بدل گیا تو یکدم ہی محبت بھی بدل گئی؟ تم نے کہا تھا کہ تمہیں ماضی میں میرے ساتھ گزارے وقت پر بھی افسوس ہے۔۔" وہ ہر لفظ کی ادائیگی کے ساتھ اس کے تاثرات نوٹ کر رہا تھا۔ "تم بھول گئی؟ مجھے تو یاد ہے۔۔ سب یاد ہے۔ یہ بھی جب تم نے مجھ سے کہا کہ تمہیں مجھ سے منسلک کسی بھی شے کی اب طلب نہیں ہے۔ پھر کیوں بنی تم میری بیوی رباب؟ کیوں ہوا عوان ہاؤس میں؟ میری راتوں میں اذیت بو کر کیوں اب سنوارنے آگئی مجھے؟ میں ایک بہت

بد قسمت شخص ہوں جسے سب یاد رہ جاتا ہے۔ نہیں بھول پا رہا میں کچھ بھی۔۔ جب اتار چکی تھی مجھے دل سے تو کیوں شادی کی؟ مزحمت کرنا بھول گئی دوبارہ؟ مجبوری تھی شاید۔۔" اس کے ہاتھ شاہ ویز کے ہاتھوں میں تھے۔ وہ نرمی سے ان ہتھیلیوں میں مہندی دیکھ رہا تھا۔ "میں نے وہ کرب محسوس کیا ہے جسے میں زبان میں بیان نہیں کر سکتا۔" مہندی کے خوبصورت ڈیزائنز اسے اچھے لگ رہے تھے۔ نگاہوں میں نرماہٹ کا اثر زیادہ تھا۔ جانے نظر بھٹکتے بھٹکتے کب ہتھیلی کے کنارے پر پہنچی تھی اور اس کا جی اندر تک جلا گئی تھی۔ وہاں واضح الفاظ میں حسیب کا نام درج تھا۔ 'حسیب کی دلہن' پڑھ کر اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔ "میرا بس ایک کام کرو۔۔ مجھ سے یہ ہاتھ دور رکھو۔۔ جب تک۔۔ جب تک یہ مہندی نہیں چھوٹ جاتی اور اس کمینے آدمی کا نام نہیں مٹ جاتا۔ مجھے تب تک لگتا رہے گا کہ وہ شخص نہ ہو کہ بھی تمہارے نزدیک ہے۔۔" وہ آنکھیں چراتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ رباب اسے وہ نام پڑھتا ہوا دیکھ چکی تھی۔ اسے احساس ہوا کہ گزرے ہوئے حادثے کا شاہ ویز پر کس قدر گہرا اثر ہے۔ وہ اس شخص کا نام بھی اس کی ہتھیلی پر برداشت نہیں کر پا رہا تھا۔ رباب نے یہ نام مٹانا چاہا مگر یہ تو ناممکن تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں کل اس پر مہندی لگادوں گی۔نام مٹ جائے گا۔" وہ جلدی سے بولی تاکہ اسے مطمئن کر سکے۔

"میرے سامنے تب تک اپنی ہتھیلیاں مت بچھانا۔" اس شخص کا ذکر بھی خون کھولا دیا کرتا تھا۔۔وہ کیسے رباب کی ہتھیلیوں پر اس شخص کا نام دیکھ سکتا تھا۔وہ اتنی جلدی اس سب کو نہیں بھلا سکتا تھا جو کچھ ماضی میں ہوا۔وہ میز کے ساتھ لگی کرسی پر بیٹھ گیا اور لیپ ٹاپ آن کرنے لگا۔رباب اطمینان سے اس کی سوچوں میں غرق اس کی پشت تکنے لگی۔

---☆☆☆☆---

آنے والا دن قیامت خیز تھا۔ہر سوچ سے دور۔۔ہر خیال سے پرے۔گیارہ بجے وہ کال اس کی کچی پکی نیند میں خلل پیدا کر گئی۔وہ اٹھ کر نہیں بیٹھا تھا۔تکیے کے برابر سے موبائل اٹھاتے ہوئے اس نے نام پڑھا تھا۔ماں کا نام جگمگا رہا تھا۔آنکھوں سے نیند جیسے پل میں بھاگی تھی۔سکون کی لہر پورے جسم میں دوڑی تھی۔اس نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے موبائل کان سے لگایا۔

"اماں۔۔" ایک آواز کی امید پر اسے لمحے بھی منٹ لگنے لگے۔

"مر گئی ہے وہ۔۔"ایک جملے کا اثر تھا کہ اس کا ذہن سن ہو گیا۔ارد گرد سب خاموشی چھا گئی۔۔ایک دم سناٹا سا۔اسے لگا اس کے سننے میں غلطی ہوئی۔وہ شخص کو جو اس کا باپ تھا ایک نمبر کا جھوٹا شخص تھا۔وہ الفاظ نہیں۔۔دل پر ایک نا قابلِ برداشت بوجھ ثابت ہوئے تھے۔

"کیا بکواس ہے یہ؟"وہ غرا اٹھا۔یقیناً وہ اسے ڈرائے گا۔۔دھمکائے گا اور اسے برباد کرنے کی دھمکی دے گا۔وہ اس کی ماں کا استعمال کر کے اس کا ذہنی سکون چھینے گا۔وہ جانتا تھا۔اتنے سالوں میں وہ جہانگیر خان کے ہر وار سے واقف تھا۔"میری بات سنیں جہانگیر صاحب! میرے اور آپ کے راستے آغاز سے مختلف تھے لیکن ایک ہی عورت ہے جو ہمارے ساتھ کے تعلق کا زندہ اور جیتا جاگتا ثبوت ہے۔اسے استعمال کرنا بند کریں۔"وہ دانت پیس کر گویا ہوا تھا۔آنکھوں میں خون اتر آیا۔دوسری جانب خاموشی رہی۔وجیح کو لگا جیسے جہانگیر دبی ہنسی ہنسے ہوں۔وجیح کو ان کی ہنسی تک سے کراہیت محسوس ہوئی۔جانے یہ شخص اب تک زمین والوں پر کیوں مسلط تھا۔"میری ماں کہاں ہے؟"وہ چیخ اٹھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ابھی تو کہا کہ مر گئی۔" آج وہ زیادہ بول نہیں رہے تھے۔۔آج وہ صرف سن رہے تھے۔۔ محسوس کر رہے تھے۔بے بسی، چیخ و پکار، کراہیت۔۔وہ ایک مرتا ہوا انسان محسوس کر رہے تھے۔وجیح کی سانسیں رکنے لگیں۔

"کیا کر رہے ہیں آپ یہ؟" اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت پر پردہ لگ چکا تھا۔پیشانی پر گھبراہٹ اور خدشوں سے پسینے کی بوندیں چمک رہی تھیں۔اس کا حلق سوکھنے لگا۔۔جیسے کانٹے اس کا خون نچوڑ رہے ہوں۔"کیوں۔۔کیوں کر رہے ہیں؟" وہ اپنی شرٹ کے آگے کے بٹن کھولنے لگا تاکہ ہوا اس کے بدن کو آرام دے سکے۔وہ کمرے میں موجود ہر شے کو پاگلوں کی طرح دیکھ رہا تھا۔اندر طوفان کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا۔"یوں نہ کریں۔۔ ایسے نہ کریں ابا۔" اس نے کافی سالوں بعد جہانگیر کو "ابا" کہا تھا۔لہجے میں انتہا کی بے بسی تھی۔"میری سانسیں مت چھینیں۔میری اماں سے بات کروائیں۔۔بس ایک بار۔۔" وہ اٹھ کر دیوانوں کی طرح کمرے کے چکر لگانے لگا۔

"ہاں اب تم مل سکو گے اپنی ماں سے۔۔ایک بجے جنازہ ہے۔۔دو گھنٹوں کی بات ہے۔" جانے کیوں ہر لفظ پر ان کی ہنسی اسے واضح کاٹ رہی تھی۔"قبرستان میں ملاقات کر لینا۔اگر ماں کے ساتھ رہنا ہو تو برابر قبر کھدوا لینا بیٹا۔" اس 'بیٹا' میں اپنائیت نہیں تھی۔یہ گالی

تھی۔۔کراہیت تھی۔"تمہاری ماں ایک نفسیاتی مریضہ تھی جس نے اپنی جان خود لے لی۔۔میڈیا بھی یہی باتیں کرے گی۔رپورٹرز بھی یہی کہہ رہے ہیں۔جانتے ہو ایک بیٹا جب ماں کو چھوڑ جائے تو اس کا غم ماں کا نیم پاگل کر دیتا ہے؟اب گھر کی ہر اسکرین یہی بولے گی! گھر کے ملازم بھی گواہ ہیں کہ اسے خود سے باتیں کرنے کی عادت تھی۔پاگل عورت تھی بھئی۔اچھا ہے اب آرام آگیا ہو گا۔"وہ تمسخرانہ لہجے میں مذاق اڑاتے ہوئے بولے اور گویا یہ الفاظ نہیں سیسے تھے جو وجیح نے اپنے کان میں داخل ہوتے پوئے محسوس کیے۔"تمہیں لگتا ہے تم میری شہرت چھین سکتے ہو؟دنیا وہ بولتی ہے جو میں بولتا ہوں۔جانتا ہے کیسے مری تیری ماں؟زخموں سے مر گئی۔۔اور وار تو اسے مکمل جلا گیا۔تڑپ تڑپ کر ڈھیر ہو گئی۔ نفسیاتی تھی۔خود کو خود ہی مار دینا چاہتی تھی۔غلطی بھی مت کرنا یہاں آنے کی۔۔قاتل ہو تم!اب جوان بیٹے کی بے رخی کیسے برداشت کرتی وہ؟دنیا یہی کہے گی۔"اسکرپٹ مکمل تھی۔اسی لمحے وہ بھی مر گیا تھا۔۔دماغ نے کام کرنا چھوڑ دیا۔اس کا دل وزنی ہونے لگا۔وہ سب سن رہا تھا مگر سمجھنے سے قاصر تھا اور اس بار جانے کیا تھا کہ دماغ جہانگیر خان کی بات کو جھوٹ ماننے کو تیار نہیں تھا۔۔اگر اس شخص نے آج کہہ دیا کہ وہ مر گئی ہیں۔۔تو شاید وہ واقعی مر گئی تھیں۔۔"اس گھر میں آنے کی کوشش نہیں کرنا۔۔اس نجاست کو میں خود اس

کے آخری مقام تک چھوڑ جاؤں گا۔ بھلے پھر بیٹھے رہنا صدیوں اس کی قبر پر۔۔ ملنے سے نہیں روکوں گا۔" وہ انا پرست آدمی وجیح خانزادہ کا آج سب کچھ چھین گیا تھا۔ اس کی آنکھیں جیسے جل رہی ہوں۔ وہ میچ بھی نہ پایا۔ اس کے ہاتھ سرد ہوتے جا رہے تھے۔ کال بند ہو چکی تھی مگر فون اب بھی کان سے لگا تھا۔ یکدم ہی حلق میں کانٹے بری طرح چبھنے لگے تو وہ تیزی سے سانس اندر کھینچتا باہر لڑکھڑاتا ہوا کمرے سے باہر نکلا تھا۔ فریج سے پانی کی بوتل نکالتے ہوئے اس نے وہ پوری خالی کر دی۔ سانسوں کی رفتار بڑھ گئی۔ وہ جلدی جلدی سانس اندر کھینچ رہا تھا۔ آج وجیح خانزادہ پہلی بار خالی ہاتھ رہ گیا تھا۔

---☆☆☆---

خبر تھی یا آگ۔۔ پورے شہر میں پھیل گئی! معروف سیاست دان جہانگیر خان کی اہلیہ وفات پا گئیں۔ ہر نیوز اینکر یہی گفتگو کر رہا تھا اور ہر شخص کی زبان پر اس اذیت بھری خبر کی داستان تھی۔ ابی جو ہر صبح نیوز سنا کرتے تھے، سب سے پہلے خبر ان تک پہنچی تھی۔ مراد کو خبر اس کے تھانے سے آئی تھی۔ پروٹوکول کی ضرورت کے لیے ریکویسٹ اوپر سے آئی تھی۔ اعوان ہاؤس جہاں پچھلی رات خوشیاں منا رہا تھا، آنے والا دن گویا ہر چہرے کی مسکان چھین گیا۔ ہر نیوز چینل وہی داستان سنا رہا تھا جو جہانگیر خان کہلوانا چاہتا تھا۔ اعوان ہاؤس کی ہر آنکھ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

رو رہی تھی۔ زمل اپنے ہوش وحواس میں نہیں تھی۔ وہ بے یقین تھی۔ عجیب بے یقینی تھی۔۔ اور کیونکر نہ ہوتی۔ اس کا رہ برا خواب سچ ہو گیا تھا۔ ماں باپ کی موت کے بعد وہ پہلی بار خود کو نیم پاگل ہوتا ہوا محسوس کر رہی تھی۔ چیخ وپکار سے اس کا سینہ پھٹ رہا تھا۔ ہر آنکھ بے یقین تھی۔۔ ابی کی طبیعت بگڑ گئی۔ تایا ابو بھی لوٹ آئے۔ عابد صاحب بہن کی موت پر ششدر رتھے۔ لبنی نے ہڑتال ختم کر دی۔ زمل بلک بلک کر رو رہی تھی۔

"مائرہ نے خودکشی کی ہے؟" لبنی کے اوسان خطا ہو چکے تھے۔ بھلا کیسے یہ ممکن تھا؟ نہیں یہ الزام تھا۔۔ جھوٹ تھا۔ وہ ہنستی مسکراتی عورت کبھی خود کو نقصان نہیں پہنچا سکتی تھی۔ اس سب میں سب سے زیادہ جس کا خیال آیا وہ ویجے تھا۔ وہ کہاں تھا؟ یہ سب سے اہم سوال تھا۔

"انہیں جہانگیر انکل نے مار دیا۔" زمل مراد کو جھنجھوڑ رہی تھی جس کے چہرے پر ندامت تھی۔۔ پچھتاوا تھا۔ "اس شخص نے انہیں مار دیا، چاچو!" زمل کا یوں بپھر کر بکھر جانا ناقابلِ برداشت تھا۔ وہ چیخ رہی تھی۔۔ بلبلا رہی تھی۔ رباب خوفزدہ نظر آتی تھی۔ وہ کبھی مائرہ سے نہیں ملی تھی مگر شاہ ویز کو ان کو لے کر اپنائیت بے پناہ تھی۔ گھر کے مکین ادھر ادھر اضطرابی میں ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ غازی اور شاہ ویز زمل کی بات پر ششدر رتھے۔

"کیا مطلب اس بات کا؟" عابد صاحب کسی صدمے سے نڈھال چیخ پڑے۔

"انہیں مار دیا جہانگیر نے۔۔میں جانتی ہوں۔۔میں سب جانتی ہوں۔۔مجھے۔۔وہ۔۔"اس کا سر چکر کھانے لگا۔مراد کے گریبان سے اس کا ہاتھ چھوٹ رہا تھا۔نگاہوں کے آگے اندھیرہ چھانے لگا۔وہ بے ہوش ہو کر گرنے لگی تھی جب مراد نے اسے مضبوطی سے پکڑ کر صوفے پر لٹایا۔رباب بھاگتے ہوئے زمل کے پاس آئی تھی۔

"وجیح کو کال کرو۔"مراد نے اونچی آواز میں غازی سے کہا۔اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے اور موبائل بار بار چھوٹ رہا تھا۔

"مم۔میں کرتا ہوں۔"آنکھیں نم ہو رہی تھیں۔وہ کال کر رہا تھا مگر وجیح کا موبائل بند آرہا تھا۔"وہ کال نہیں اٹھا رہا۔ہمیں خان ولا جانا چاہیے۔"تدفین میں وقت کم تھا اور جہانگیر خان ان کا انتظار کبھی نہ کرتا۔تایا ابا نے رباب کو پہلی بار دیکھا تھا مگر حالات بالکل کسی قسم کے بات کرنے والے نہیں تھے۔

"شاہ ویز گاڑی نکالو۔غازی تم ڈاکٹر کو بلاؤ اور ابی پر نظر رکھو۔ان کی طبیعت مزید بگڑی تو خطرہ بڑھ سکتا ہے۔"تایا ابا کی آواز میں ایک رعب تھا۔وہ تکلیف میں ضرور تھے مگر مضبوط تھے۔ایک آنسو آنکھ میں نہ آپایا۔مراد وہاں سب سے پہلے پہنچا تھا۔ایک بڑا ہجوم ولا کے باہر انتظار کر رہا تھا۔پولیس کی ایک بڑی فوج تھی۔جہانگیر خان کے چاہنے والوں کا ایک ہجوم تھا اور

اس سب میں سب سے معصوم اور مظلوم خود "جہانگیر خان" تھا۔ سفید کرکراتے سوٹ میں اور اس دھوپ میں آنکھوں پر سیاہ چشمہ تھا۔ وہ جانتا تھا یہ سیاہ چشمہ کیوں لگایا گیا ہے۔ اس کی مکار آنکھوں کا تاثر کوئی پہچان نہ لے۔ وہ جہانگیر کو دور سے ہی دیکھ چکا تھا۔ مردوں میں گھرا سفید رومال سے چشمے کے اندر اپنے مصنوعی آنسوؤں کو تھپکتا۔ وہ ابھی اندر داخل ہی ہوتا جب لوگوں نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے روکنا چاہا۔

"میڈم کے گھر والوں کا ولا میں داخلہ ممنوع ہے۔" مراد کو یہ کوئی نئی چال لگی۔ اس نے حیرانی سے ارد گرد دیکھا۔ میڈیا چاروں طرف تھی۔ چہ مگوئیاں ہونے لگیں۔

"سنا ہے جہانگیر صاحب کی بیگم نے مرنے سے پہلے جہانگیر صاحب سے وعدہ لیا تھا کہ ان کے گھر والوں کو ان کی شکل نہ دکھائی جائے۔" کسی نے زور سے کہا تھا۔ مراد کی پیشانی پر گہرے بل تھے۔ جہانگیر خان اسے دیکھ چکا تھا اور اب دور سے اسے تک رہا تھا۔ کتنا معصوم نظر آتا تھا۔۔ اندر سے کتنا چالاک تھا۔۔ اسے زمل کے الفاظ یاد آنے لگے۔

"زندہ تھی تو کبھی پوچھا نہیں بے چاری کو اب موت پر رسم پوری کرنے آ گئے!" ہنکارہ بھرا گیا۔ ہر سو باتیں ہو رہی تھیں اور ان باتوں کے درمیان دو لوگ ایک دوسرے کو گہری

نگاہوں سے گھور رہے تھے۔ مراد اعوان اور جہانگیر خان۔۔ مقابل شخص کا گیم بہت اسٹرونگ تھا۔

اعوان ہاؤس میں سے کسی کو اندر آنے نہیں دیا گیا۔

"آگ لگادی خود کو مرحومہ نے۔۔"

"نہیں نہیں۔۔ آگ تو کوئلہ کر دیتی۔۔ صرف جسم جھلسا ہوا ہے۔" مراد کے کان یہ سب سن کر پک رہے تھے۔

"ارے جہانگیر صاحب بے چارے! گھر میں ہوتے تو بچا لیتے۔۔ ان کے گھر سے نکلتے ہی مرحومہ نے ان کی ناموجودگی کا فائدہ اٹھالیا۔"

"اللہ رحم کرے بس۔۔" مراد آگے تھا جبکہ شاہ ویز، عابد چاچا اور تایا ابو پیچھے کھڑے تھے۔ انہیں وہیں روک لیا گیا۔

"میں ڈی ایس پی مراد اعوان ہوں۔۔ مجھے اندر آنے کی اجازت چاہیے۔" وہ بلند آواز میں بولا تھا تاکہ جہانگیر خان اس سختی کو محسوس کر سکیں۔

"نہیں۔۔ میں اپنی زوجہ کا آخری حکم نہیں ٹال سکتا۔ کیوں آئے ہو؟ اتنی پولیس کافی ہے۔۔ لوٹ جاؤ۔ زندگی میں کبھی نہیں پوچھا، موت پر کیا دیکھنے آئے ہو؟" کیا اداکاری تھی۔ اسے

بے پناہ اس شخص سے نفرت ہوئی۔ کاش وہ شخص مر جاتا۔ کاش وہی مر جاتا۔ مراد کے اندر کچھ نہ کرنے کا پچھتاوا بڑھتا گیا۔ اس کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ کیا تکلیف تھی۔ کیسی اذیت تھی۔ "البتہ اس کی بھتیجی آئی ہے تو وہ اندر آسکتی ہے۔" جانے کیا سوجھا جہانگیر خان کو۔۔ عجیب سی بات رکھ گئے۔ مراد نے پلٹ کر گھر والوں کو دیکھا۔ بھلا زمل یہاں کیسے ہو سکتی تھی۔

"جوان اولاد تو آزمائش ہوتی ہے۔" باتیں کبھی ختم ہی نہیں ہوئی تھیں۔ "ہاں تو۔۔ ان کا ہی تو بیٹا ہے وجیح۔۔ ماں کو چھوڑ گیا۔ اب باپ اور بیٹے میں ذرا سی بدمزگی تو ہو ہی جاتی ہے! ایسے میں گھر چھوڑنے کی بھی کیا ہی نوبت آئی کہ ماں کو اپنی جدائی میں مرنے کے لیے چھوڑ گیا! گناہگار اولاد!"

اس کا سر پھٹنے لگا۔ اس کا حوصلہ ٹوٹ کر بکھرنے لگا۔ وہ پلٹ گیا۔ بھائی اس کی شکل دیکھ رہے تھے جیسے وہ کوئی امید کے خواہشمند ہو۔

"میں کچھ نہیں کر سکا، بھائی!" اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ عابد صاحب نے بے ساختہ اسے گلے لگا لیا۔ وہ رو رہے تھے۔ مائرہ انہیں تنہا کر گئی تھی۔ جنازہ اٹھا لیا گیا تھا۔۔ ایک کندھا بھی نصیب نہ ہوا۔ شاہ ویز سے برداشت نہیں ہوا تو نم اور سرخ ہوتی آنکھوں سے گاڑی گھماتا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

منظر سے غائب ہو گیا۔تینوں بھائی جنازے سے بہت دور پیچھے آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے رہے۔جہانگیر خان سب سے آگے بیوی کے جنازے کا سہارہ بنا ہوا تھا۔لوگ اس کے کندھے کو تھپتھپاتے،دلاسا دیتے اور دعائیں کرتے جاتے تھے۔مراد لڑ بھی نہ سکا۔۔وہ تنہا تھا۔۔کبھی جیت نہیں پاتا۔میڈیا،لوگ اور نیوز چینل سب جہانگیر کی کہانی سناتے تھے۔اس کا کلیجہ جل رہا تھا مگر زبان خاموش تھی۔وہ خود کو ٹوٹتا ہوا محسوس کرنے لگا۔

'وجیح کہاں ہے؟ہمارا وجیح کہاں ہے؟وہ ماں کی موت پر بھی نہیں آیا؟"عابد صاحب کو یکدم ہی اس کا خیال آیا۔پہلے افسوس ہوا پھر طیش آگیا۔مراد نے اسے میسج کیا تھا مگر وہ آنلائن نہیں تھا۔ہر آنکھ اشک باری تھی۔اسے وجیح کی ناموجودگی گھبراہٹ میں مبتلا کر رہی تھی۔

قبرستان میں بھی وہ سب دور کھڑا ہجوم میں وجیح کو تلاش رہا تھا۔وہ جانتا تھا وجیح کا داخلہ یہاں ممنوع ہو گا مگر کیا وہ مزحمت بھی نہیں کر سکا؟اسے دور ایک درخت کے پاس ایک سایہ نظر آیا۔مراد نے بغور دیکھنا چاہا۔منہ کپڑے سے ڈھکا ہو تھا۔مراد کے سامنے سے لوگ گزر رہے تھے۔جانے کون تھا وہ۔۔اسے لگا وہاں کوئی کھڑا ہے۔لوگ گزرتے گئے جب وہ لوگوں کو نظروں سے ہٹاتا ہوا باہر نکلا۔وہاں کوئی نہیں تھا۔۔وہ سایہ غائب ہو چکا تھا۔

---☆☆☆---

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے

نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

ہماری ایپ ڈاؤنلوڈ کریں اور رسائی حاصل کریں بے شمار مزے دار ناولوں تک

Download our app

بہترین کوالٹی کی کتب شائع کروانے کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں۔

03257121842

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842